رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

THEALHAKAM QADIAN

قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ہفتہ وار

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
حکومت و والیان ریاست سے ۱۰
امراء و روساء سے ۔ صمہ
معاونین سے ۔ عہ
عوام سے
ممالک غیر سے ۱۲/

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ ۲/

جلد ۳۸ | ۲۲ و ۲۹ رجب ۱۳۵۴ھ بمطابق ۲۱ و ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء۔ قادیان۔ | نمبر ۳۷ و ۳۸

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ (الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حضرت والد صاحب قبلہ کی تشریف آوری اور روانگی

یہ خبر قارئین الحکم کے لئے مسرت کا باعث ہوگی کہ حضرت والد صاحب قبلہ ایک لمبے عرصے کی غیر حاضری کے بعد قادیان ۲۷ اکتوبر کو واپس تشریف لائے ہیں ۲۷ اکتوبر کو شام کی گاڑی سے انکو امرتسر ملا۔ اور پھر انکے ساتھ ہی لاہور روانہ ہوگیا۔ جہاں ایک ضروری کام کے لیے انکو جانا تھا واپسی پر وہ قادیان سے ہوکر گزرے جہاں

قادیان کے مختصر قیام میں انکی مصروفیت بہت بڑھی رہی۔ الحکم کے لئے بھی اس مختصر قیام میں ایک مضمون لکھا جو اس نمبر میں شائع ہو رہا ہے۔

شام کی گاڑی بخیر و عافیت دوسرے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔

انکے احباب یہ سنکر بہت خوش ہونگے کہ انکی صحت پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے۔ تاہم میں ایسے بابرکت وجود کی لمبی عمر اور کامل و مکمل صحت کے لئے دعا کی درخواست کرنے سے خاموش نہیں رہ سکتا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی برکات اور فیوض ان کے ساتھ سفر و حضر میں رہیں۔ اور دیر تک انکا سایۂ عاطفت ہمارے سر پر رہے۔ آمین۔

محمود احمد عرفانی

خریداران الحکم سے ایک درخواست

الحکم نے تاریخ سلسلہ۔ ملفوظات و خطبات

وسیرت مسیح موعود کے جمع کرنے کا جو کام کیا ہے۔ اسکی نظیر نہیں مل سکتی اس امر کے لئے اس سے بڑھ کر کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین نے اپنے مکتوب مبارک میں

تحریر فرمایا ہے۔

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مجھے یہ معلوم کرکے بیحد خوشی ہوئی ہے۔ کہ آپ الحکم پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں **اسے** اور **بدر** کو ملا ہے۔ وہ **کروڑوں روپیہ** صرف کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ **لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے** کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ **اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔**

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین۔

خاکسار۔ مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

باوجود اس شہادت کے اور باوجود جماعت کے ذاتی اعتراف کے الحکم کی طرف احباب کی پوری توجہ نہیں سال ۱۹۳۵ء ختم ہو رہا ہے۔ اور ابھی

سولہ سو روپیہ

خریداران الحکم کے ذمہ بقایا ہے۔ جس کے صاف کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ بہت سے خریدار الفضل کے روزانہ ہونے اور اپنی کم مائیگی کی وجہ سے الگ ہو گئے۔ احباب خیال کر سکتے ہیں کہ ایسی صورت میں اخبار کا زیادہ سے زیادہ بہتر ہونا ممکن ہو سکتا ہے؟ اسلئے میں اس مشکل کو احباب کے سامنے رکھکر یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ الحکم کے قیام و بقا کے لئے جدوجہد کرنا آپ کا قومی و ملی فرض ہے۔ اور اسکی یہی ایک صورت ہے کہ آپ اسکے بقایا حساب صاف کر دیں۔ اور سال جدید کے لئے ایک ایک خریدار قیمت ادا کرنے والا

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت امیر المومنین کی عام صحت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ مگر پیچش کی شکایت ابھی باقی ہے۔ باقی تمام خاندان نبوت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت ہے۔

۲۔ ۲۷ تاریخ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی اور خادم قدیم جو زمانہ بعثت سے قبل کے خادم تھے۔ اور آج کل دودھ کی دوکان کرتے تھے۔ نمونیہ سے فوت ہو گئے۔ مرحوم بہت سی خوبیاں رکھتے تھے۔ جنکا تذکرہ پھر کسی وقت کیا جائیگا ۲۸ تاریخ کی صبح کو حضور نے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں سینکڑوں خدام کے ساتھ ان کا جنازہ پڑھا اور پھر جنازہ کو کندھا دیا۔ جنازے کے ساتھ بہشتی مقبرہ میں تشریف لے گئے۔ جنازہ کے دفن ہونے تک وہاں رہے اور آخری دعا کرکے واپس تشریف لائے۔ مرحوم قطعہ خاص میں دفن ہوئے۔

۳۔ محلہ ریتی چھلہ میں ایک جدید مسجد کی بنیاد رکھی گئی اللہ تعالیٰ برکت کرے۔ محلہ دار السعت کی مسجد بھی بن رہی ہے جو رمضان تک مکمل ہو جائیگی

کی زندگی کو خطرے سے محفوظ کردیں۔ میری بیماری کی وجہ سے جو التوا وغیرہ ہوتا رہا ہے۔ اب انشاء اللہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ میری صحت بہتر ہو رہی ہے۔ آج کا اخبار ۱۲ صفحے کی بجائے سولہ صفحات پر اسلئے شائع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ کسی قدر تلافی ہو سکے (محمود احمد عرفانی)

سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف اپیل کے لئے

بارہ ہزار روپیہ کی ضرورت

سشن جج گورداسپور کے فیصلہ بمقدمہ مولوی عطاء اللہ سے ہر احمدی کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کا احساس صدر انجمن کو ہے۔ اس بلائے ناگہانی کے بد اثرات کو مٹانے کے لئے اپیل کی راہ کھلی ہے۔ چنانچہ مقدمہ ہائی کورٹ پنجاب میں دائر کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ان گندے الزامات کو جو حضرت مسیح موعود کی ذات مقدسہ اور سلسلہ عالیہ کے نظام کے خلاف اس فیصلہ میں درج ہوئے ہیں۔ بے حقیقت اور دروغ بے فروغ ثابت کرے آمین۔

ان ناپاک حملوں میں جو احرار اور دشمنان سلسلہ عالیہ کے ذریعہ حضرت بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء عظام اور نظام سلسلہ کے خلاف آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور ہو چکے ہیں فیصلہ اپیل عطاء اللہ صاحب بخاری میں سشن جج گورداسپور نے جو حملہ کیا ہے وہ سخت ترین باعتبار عدالتی فیصلہ ہونے کے ہے۔ اور بہت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اس کو قانونی تحقیق کا نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی خیال کیا جا سکتا ہے کہ ایک غیر جانبدار با اختیار جج نے واقعات کی روشنی میں لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن نے اپیل ہونے سے پہلے نہایت غیر معمولی تیزی سے کام لے کر اس فیصلہ کی اشاعت کثرت سے کی ہے۔ تا سنجیدہ طبقہ کو جو ان کی عام یاوہ گوئی کو ناپسند کرتا ہے۔ اس فیصلہ کے ذریعہ ہمارے خلاف متاثر کر سکے۔ ہندوستان کے قریباً ہر مقام پر نہایت شد و مد سے اس فیصلہ کو شائع کیا گیا ہے۔ مختلف زبانوں اور مختلف ایڈیشنوں میں شائع کیا گیا ہے۔ جن میں سے بعض ایڈیشن باتصویر ہیں۔ اور اخباروں میں بھی یہ فیصلہ بکثرت شائع ہوا ہے اور وہ بیہودہ احراری نمائندوں کی معرفت ناخواندہ دیہاتی لوگوں کو سنایا گیا ہے۔ اس فیصلہ کے ذریعہ گورنمنٹ کے بعض ایسے حکام کو بھی جو ہمارے سلسلہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے یا سلسلہ کو گورنمنٹ کا خیر خواہ یقین کرتے تھے سلسلہ کے خلاف بدظن یا مخالف بنا دینے کی کوشش کی گئی ہے یہ فیصلہ اگرچہ سرتاپا دشمنوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں پر مبنی ہے۔ لیکن پبلک کے روبرو اس کی حقیقت تب ہی ظاہر ہو سکتی ہے جب کہ اس کے لکھنے والے جج کی حیثیت سے بالا قانونی عدالت اس فیصلہ کو غلط قرار دے دے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس فیصلے کی اپیل کی جائے اور اپیل سے جو بہتر سے بہتر قانونی امداد ممکن ہے اس کا مہیا کرنا جماعت احمدیہ کا اولین فرض ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جماعت کا ہر فرد اس درد سے بھرا ہوا ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں پوری جدوجہد کرے گا۔

چونکہ امید ہے کہ اکتوبر کے آخر میں مقدمہ ہائی کورٹ پنجاب میں پیش ہو جائیگا۔ اس لئے جماعت کے اصحاب فوراً اس کار خیر میں شریک ہوں گے۔ تاکہ کوئی روک کارروائی مقدمہ کی کامیاب پیروی میں پیدا نہ ہو سکے۔ چونکہ اس کا خرچ معمولی مقدمات کے خرچ سے بہت بڑھ گیا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق علیحدہ تحریک کی گئی ہے۔ اس طرح تمام افراد جماعت کو اس خاص جہاد میں شامل ہونے کا ثواب حاصل ہو سکے گا۔ ورنہ یہ کام تو ایسا تھا کہ بعض مخلصین اس کا سارا بار خود ہی اٹھا لیتے

چونکہ وقت بہت تھوڑا ہے اس لئے جس قدر جلد رقوم بھیجنے کا انتظام ہو سکے۔ اسی قدر جلد بھیجی جائیں بلکہ اگر ممکن ہو تو تار کے ذریعہ بھی یہ چندہ بھیجنے میں تامل نہ کیا جائے۔ چندہ جماعتوں پر اس طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ ہر جماعت سے جس قدر چندہ سالانہ آتا ہے۔ اس کا بارھواں حصہ اس چندہ میں لیا جائے اس لحاظ سے عہدہ دار و صاحب اثر دوستوں سے توقع ہے۔ کہ یہ تحریک جلد سے جلد جماعت کے مردوں اور عورتوں میں پہنچا دیں۔ اور چندہ کی مجموعی رقم جمع کرتے ہوئے اس کا لحاظ رکھیں کہ مقدار سالانہ چندہ مجموعی طور پر عام حصہ آمد ہوتا ہے اس کے بارھویں حصہ سے کم نہ ہو۔ جو دوست اس شرح سے زیادہ چندہ دیں ان سے شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے۔ اور ان کا نام دفتر میں بھیج کر ممنون فرما دیں۔

ناظر بیت المال قادیان

بیت الحرام

دنیا میں سب سے پہلا تو خانۂ خدا ہے
جاری ہے نور جس کا وہ چشمۂ ہدا ہے

اے سجدہ گاہِ عالم اے مرجعِ خلائق
تجھ سے ہی ہم نے پائے اسلام کے حقائق

تجھ بن پڑی تھی سونی انسانیت کی بستی
مفقود ہو چکی تھی دنیا سے حق پرستی

ہوتا سدا رہا ہے تجھ پہ نزول رحمت
قوموں نے تجھ سے پائی دینِ خدا کی نعمت

تو خانۂ خدا ہے تو منبعِ ہدا ہے
دل جس سے ہوں منور وہ چشمۂ صفا ہے

روحانیت پہ تیرا سکہ رہے گا قائم
اے چشمۂ ہدایت ہے فیض تیرا دائم

دل چاہتا ہے ہر دم میں تیرے گرد گھوموں
در پر تیرے جبین ہو خاک تیری چوموں

[illegible] احمدی

مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف

ہائی کورٹ میں نگرانی کی سماعت

لاہور ۲۱ اکتوبر آج ہائی کورٹ میں مسٹر جسٹس کولڈسٹریم جج کے سامنے مولوی عطاء اللہ صاحب کے مقدمہ میں مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف گورنمنٹ اور کیپٹن حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی طرف سے نگرانی کی درخواستیں پیش ہوئیں۔ مقدمہ ٹھیک ۱۰ بجے شروع ہوا۔ کمرۂ عدالت اور گیلری میں داخل ہونے کے لئے خاص پاس جاری کئے گئے۔ کمرہ عدالت وکلاء اور سامعین سے پُر ہو گیا اور بہت سے ہجوم کو جگہ کی تنگی کے باعث واپس جانا پڑا۔ پولیس کا خاص انتظام تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے نگرانی کی درخواست پر دیوان رام لعل صاحب گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے بحث کی۔ جس میں سشن جج کے ان ریمارکس کو خارج از فیصلہ کئے جانے کی درخواست تھی جن میں گورنمنٹ کے نظم و نسق پر تبصرہ کیا گیا تھا۔ کیپٹن مرزا شریف احمد صاحب کی طرف سے حسب ذیل وکلاء پیش ہوئے۔
(۱) رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو۔ ایڈووکیٹ الہ آباد ہائی کورٹ (۲) مسٹر ایم سلیم بیرسٹر ایٹ لاء (۳) مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری (۴) شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور (۵) چوہدری اسد اللہ خانصاحب بیرسٹر لاہور (۶) پیر اکبر علی صاحب ایم۔ ایل۔ سی۔

پہلے گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے ایک گھنٹہ تقریر کی۔ اور ۱۱½ بجے سر تیج بہادر سپرو نے بحث شروع کی۔ ان کی تقریر جاری تھی کہ عدالت ۳½ بجے برخاست ہوئی۔ اور بقیہ کارروائی کے لئے کل ۲۲ اکتوبر ۱۰ بجے وقت مقرر ہوا۔ کل سر سپرو اپنی بقیہ بحث پیش کرینگے فاضل ایڈووکیٹ نے سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے بعض حصص کے متعلق شہادت کی بنا پر اس بات پر خاص طور سے زور دیا کہ مقدمہ کے ریکارڈ میں ان کی تائید کرنے کے لئے قطعی طور پر کوئی شہادت موجود نہیں ؛

(الفضل)

سیرت المہدی کا ایک ورق

روایات جناب میاں رحمت اللہ صاحب باغانوالا ساکن بنگہ ضلع جالندھر

میں رحمت اللہ باغانوالا بنگہ ضلع جالندھر ہمراہی چوہدری احمدیار۔ غلام نبی مدرس زنانہ احمدیہ سکول بنگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے قادیان دارالامان حاضر ہوئے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور تشریف لے گئے ہیں۔ اور چند روز وہاں قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ ہم واپس ہو گئے۔ بٹالہ پہونچ کر ہم نے ارادہ کیا۔ کہ چلو گورداسپور چلیں۔ اور گورداسپور چلے گئے۔ حضور کے جائے قیام پر پہونچے۔ کوئی پانچ بجے کے قریب چند دوست تحصیلدار وغیرہ لکھنؤ میرٹھ کی طرف سے آئے۔ اور اپنے ساتھ دو ٹوکرے خربوزوں کے بھی لائے۔ جو انہوں نے حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔ کیا حضور اس میں سے کچھ کھائیں گے۔ فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ ایک خربوزہ نکال کر ایک قاش جو ایک انگلی کے برابر تھی چھیل کر دی گئی۔ حضور نے ہاتھ میں لے کر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہوئے کوئی پندرہ بیس منٹ میں ختم کی۔ پھر ایک اور قاش دوسرے خربوزے میں سے دی گئی۔ اور آپ نے اس طرح سے وہ بھی ختم کی اور کھا کر فرمایا بس الحمد للہ۔ آپ خدا تعالیٰ کی حمد اور تعریف اس قدر کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ پھر فرمایا باقی اور دوست کھالیں۔ چنانچہ دوستوں نے کچھ کھائے۔ تو فرمایا کہ دیکھو۔ ہم نے تو خربوزے کھالئے ہیں۔ گھر والوں نے نہیں کھائے ہوں گے۔ اگر کچھ بقایا ہیں تو قادیان بھیج دو۔

مغرب کی نماز کے وقت بالاخانے پر حضور چارپائی پر تشریف رکھتے تھے نیچے اور دوست بیٹھے تھے۔ ہم بالاخانے پر جہاں حضور تشریف فرما تھے۔ چلے گئے۔ اور ایک کونے میں ہم تینوں اکٹھے بیٹھ گئے۔ اکثر عہدہ دار اور معززین بالاخانے پر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے باورچی نے آکر عرض کی۔ حضور کھانا تیار ہے۔ فرمایا پھر لے آؤ جس وقت وہ کھانا لینے چلا گیا تو ہم چونکہ غریب آدمی تھے ہم نے سمجھا کہ ہم نیچے چل کر کھالیں۔ یہاں بڑے بڑے آدمی ہیں۔ جب ہم تینوں یہ ارادہ کر کے کھڑے ہوئے تو چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس سے ہو کر سیڑھیوں پر سے اترنا تھا۔ جب ہم حضور کے سامنے آئے تو فرمایا آپ کہاں جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور ہم نیچے بیٹھ کر کھالیں گے۔ فرمایا کیوں کیا یہاں جگہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کی حضور جگہ تو ہے۔

فرمایا پھر وہیں بیٹھ جاؤ اور وہیں کھانا کھاؤ۔

ہم تعمیل حکم کے لئے وہیں بیٹھ گئے۔ حضور کی مہمان نوازی دیکھ کر ہمارے ایمان تازہ ہوئے۔

پھر چند دوست بنگہ سے میرے ہمراہ نور محمد وغیرہ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ رات کو جب کھانا کھایا۔ تو چونکہ روٹیاں کچھ کچی تھیں چند دوست بیمار ہو گئے۔ اور مجھے بھی کچھ تکلیف ہو گئی۔ صبح کے وقت مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کو جب میری بیماری کے متعلق پتہ چلا تو وہ دریافت حال کے لئے آئے۔ تب ان کو معلوم ہوا کہ اور دوست بھی بیمار ہو گئے ہیں ان کو کسی نے بتایا کہ روٹیاں کچی تھیں۔ تو شیخ صاحب نے اسپر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بذریعہ رقعہ اطلاع دی جس میں میرا نام بھی درج تھا۔ اس پر حضور نے شیخ یعقوب علی صاحب کو بلایا۔ اور پوچھا شیخ صاحب کیا باعث ہے کہ ہمارے مہمان بیمار ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ حضور کارکنوں کی بے احتیاطی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اور ملازم رکھ لو۔ کیونکہ ہم مہمانوں کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے۔ ان کارکنوں کو بھی بلایا گیا۔ انہوں نے معافی مانگی۔ پھر شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضور مہمان تقسیم کر دیا کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ نہیں ہم لنگر سے کھانا کھلایا کریں گے۔ دوسرے روز خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم کو آرام آگیا۔ اس وقت سے روٹی اچھی ملنے لگی۔ اللہ اللہ حضور کو اپنے مہمانوں کا کس قدر خیال تھا۔ یہ حالت دیکھ کر ہمارے ایمان ایک دفعہ پھر تازہ ہوئے

غالباً ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے کہ ۱۹۰۰ء سے پہلے میری پہلی بیوی فوت ہو گئی تھی جس نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی اولاد چھوڑی تھی۔ اور اس کی وفات کے بعد ۱۹۰۰ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے شرف بیعت عطا فرمایا۔ حضور کا جماعت کو ارشاد تھا کہ جو شادی کرنے کے قابل ہے وہ شادی کرے میں حضور کو دعا کے واسطے تحریک کرتا رہا کہ حضور دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ کوئی نیک سامان پیدا کرے۔ قریبی رشتہ داروں میں رشتے تو تھے مگر وہ اس سبب سے کہ یہ مرزائی ہو گیا ہے رک گئے تھے۔ مکرم معظم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے اپنے اخبار الحکم میں شیخ غلام احمد صاحب مرحوم اور خاکسار کے لئے رشتہ کی تحریک کی۔ جس پر مجھے چند خطوط موصول ہوئے میں نے سب خطوط مکرمی شیخ صاحب کی خدمت میں بھیج دیئے ان میں سے ایک خط جموں سے خواجہ کرم داد صاحب کا بھی آیا تھا۔ شیخ صاحب نے اس رشتہ کو پسند فرمایا۔ اور خط و کتابت شروع کر دی۔ خواجہ صاحب نے مفصل حالات لکھ کر بھیج دیئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی منظوری کا خط بھیج دیا۔ کہ حضور مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔ آپ بھی اسے منظور فرمائیں۔ اور ساتھ ہی انہوں نے مختار نامہ لکھ کر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا نام بھیج دیا۔ کہ نکاح پڑھوا دیا جائے۔ رخصتانہ میں پھر کر دوں گا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیخ صاحب کو فرمایا۔ کہ میاں رحمت اللہ کو بلوا لو۔ اور غالباً مولوی یار محمد صاحب مختار کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے میرے بلانے کے لئے بنگہ بھیجا گیا۔ اور دو روپے دیسی شکر کے لئے بھی دیئے کہ وہاں سے دو روپے کی دیسی شکر بھی لانا۔ اور رحمت اللہ کو نکاح کے لئے ساتھ لاؤ۔ وہ فوراً بنگہ پہنچے مبارکباد دینے کے بعد کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رشتہ کو پسند فرمایا ہے۔ اور آپ کو نکاح کے لئے بلایا ہے۔ خاکسار حکم کی تعمیل میں ان کے ہمراہ چل پڑا۔ اور شکر بھی ساتھ لایا۔ غالباً جمعرات کا دن تھا۔ جب ہم قادیان پہونچے تو شام ہو چکی تھی۔ صبح بروز جمعہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کر دیا کہ رحمت اللہ نکاح کے لئے پہنچ گیا ہے۔ غالباً حضور باغ میں تشریف فرما تھے۔ وہیں بعد نماز جمعہ عرض کیا گیا تھا۔ فرمایا۔ بہت اچھا۔ اب پہلے عبدالحی کی آمین ہوگی۔ اور عصر کے بعد میاں رحمت اللہ کا نکاح پڑھا جائیگا۔ شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضور تشریف لائیں گے۔ فرمایا ہاں۔ عصر کے قریب ہم چھوہارے لے کر باغ میں حاضر ہو گئے۔ اذان ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد نکاح کے لئے عرض کیا گیا تو آپ وہیں بیٹھ گئے۔ فرمایا بڑے مولوی صاحب نکاح پڑھائیں۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضور کے کسی ضروری کام کا ہرج ہوتا ہو۔ تو حضور تشریف لے جائیں۔ اور نکاح کے متعلق ہمیں ہدایات دے دیں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ بڑے مولوی صاحب نکاح پڑھائیں گے اور میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔

غرض مولوی صاحب اعلان نکاح کے لئے کھڑے ہوئے۔ مولوی صاحب نے مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا آپ مختار ہیں۔ پہلے وہ مختار نامہ مجھے دکھلا دیں۔ مولوی صاحب مرحوم نے وہ مختار نامہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو دکھلایا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا مولوی صاحب تعداد مہر کے متعلق اس میں کچھ نہیں لکھا۔ بہتر ہے حضرت صاحب سے دریافت کر لیا جائے کہ مہر کیا مقرر کیا جائے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے خیال میں مہر زیادہ ہی باندھا کرتے تھے۔ اس لئے مجھے کچھ تشویش سی ہوئی تو معاً مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت جبکہ میں مختار عام ہوں تو کیا میں مجاز نہیں کہ جو مہر چاہوں باندھ دوں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ ہاں آپ کو بھی اختیار ہے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی۔ کہ پھر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دی جائے۔ میں خود ہی باندھ دیتا ہوں۔

غرض نکاح پڑھا گیا۔ اعلان نکاح کے بعد دعا ہوئی۔ چونکہ کاروبار کے دن تھے۔ میں نے شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے عرض کیا کہ حضرت صاحب سے اجازت لے دیں۔ اور پچاس روپے مدرسہ احمدیہ کے لئے تقریب نکاح پر پیش کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں رقعہ لکھ کر بھیجا گیا۔ حضور تحریر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس تعلق کو مبارک کرے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ اور آپ کے لئے اجازت ہے۔

[illegible]

خدا تعالےٰ کے فضل سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی برکت سے وہ نکاح بڑا بابرکت ثابت ہوا۔ اور میرے ازدیاد ایمان کا موجب ہوا۔ اب اس بیوی سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ حضور کی دستخطی وہ تحریر اور چند اور تحریریں میرے پاس موجود ہیں۔ میں نے یہ چند سطور اس لئے لکھی ہیں۔ کہ احباب کرام اور بزرگان سلسلہ میرے لئے میرے بال بچوں کے لئے دعا فرمادیں۔

حضرت غلام نبی صاحب سیٹھی مرحوم کی قلم سے

مندرجہ ذیل حالات سیٹھی غلام نبی صاحب نے اپنی زندگی میں اپنی قلم سے لکھے تھے اس میں بہت حصہ ذکر حبیب کا ہے۔ اسلئے اسے بھی سیرت المہدی کے باب میں درج کرتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

سنہ ۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے۔ کہ میں راولپنڈی میں تھا۔ چوہدری محمد بخش صاحب سیالکوٹی چچا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم راولپنڈی تشریف لائے۔ اور میرے پاس ذکر کیا۔ کہ مرزا غلام احمد نے دعوئ مسیح و مہدی ہونے کا کردیا ہے۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ وہ کونسا مرزا ہے۔ اور کہاں رہتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ وہ وہ مرزا ہے۔ جسکی پادریوں سے اس بات پر گفتگو ہوئی تھی۔ کہ ہم ایک خط بند لفافہ صندوق میں بند کرکے رکھ دیتے ہیں۔ تم الہاماً ہم کو بتادو کہ اس میں یہ لکھا ہے۔ تو مرزا صاحب نے جواب دیا۔ کہ تم چند آدمی یہ بشرط لکھ دو۔ کہ ہم فوراً مسلمان ہوجاوینگے پھر میں بتادونگا۔ تو پادری بھاگ گئے۔ میں نے دریافت کیا۔ ہر دو مولوی صاحبان کا کیا حال ہے۔ مولوی نورالدین صاحب مرحوم خلیفہ اوّل و مولوی عبدالکریم صاحب۔ اسنے جواب دیا۔ وہ تو مان گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ لاؤ قلم دوات اور کارڈ کہ ہم بھی بیعت کا خط لکھ دیں کہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔ میں بعارضہ بخار بیمار پڑا تھا۔ وہ کارڈ لائے اور انہوں نے خود ہی لکھا میں نے فقط دستخط کردئے۔ آمنا صدقنا فکتبنا من الشاہدین۔ غلام نبی سیٹھی

مولوی صاحبان سے آگے میرا معمولی تعلق تھا۔ پھر تو حضرت صاحب کے اشتہارات آتے۔ اور ہم شہر میں بانٹ دیتے۔ ادھر گھر والے مخالف۔ ادھر باہر سے لوگ مخالف دوکان کے سامنے کھڑے ہوکر کہتے۔ کہ یہ دوکان کافروں کی ہے۔ گھر والے گرد ہو جاتے۔ کہ اب ہم لوٹے جاوینگے۔ بس ایسا ہی ہوتا رہتا۔ تھوڑی مدت کے بعد میں دارالامان گیا۔ جس وقت چوک میں یکہ سے اترا۔ تو آگے تخت پوش پر مرزا امام دین اور چند آدمی حقہ پی رہے تھے۔ میں نے حضرت صاحب کا ان سے پتہ پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ میں نے کہا میں راولپنڈی سے آیا ہوں۔ تو انہوں نے گول کمرہ کی طرف اشارہ کیا۔ کہ وہاں جاؤ۔ میں گول کمرہ میں آیا۔ تو حافظ حامد علی صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی وہ مجھکو بالاخانے پر لے گئے۔ وہاں پر حضرت صاحب سے مصافحہ کیا۔ حضرت صاحب کھڑے رہے۔ اور مجھکو ارشاد فرمایا۔ کہ چارپائی پر بیٹھو۔ میں نے عرض کی۔ کہ آپ چارپائی پر تشریف رکھیں اور میں چٹائی پر بیٹھونگا۔ (کیونکہ ہم پیروں کے ادب آداب سے واقف تھے۔) پاس ہی ایک اور شخص بھی کھڑا تھا۔ ایسا یاد آتا ہے۔ کہ مستری حسن دین صاحب سیالکوٹی تھے۔ وہ ان دنوں حضرت صاحب کے مکان کی مرمت کر رہے تھے۔ اس نے کہا۔ کہ تابعداری کرو۔ پس میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ تو حضور نے ایک ٹین کھولکر مصری نکالی۔ اور گلاس میں ڈالکر خود ہی گھڑے سے پانی ڈالکر اور شربت بناکر مجھکو دیا۔ کہ پیو۔ میں نے وہ لیکر پی لیا۔ پھر روٹی کے متعلق فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں بٹالہ سے کھاکر آیا ہوں۔ پھر تھوڑی دیر بیٹھا تو حضور نے فرمایا۔ کہ گرمی سخت ہے۔ اور آپ گرمی میں آئے ہیں۔ آپ نیچے گول کمرہ میں آرام کریں۔ حافظ صاحب نے چارپائی بچھادی۔ اور میں لیٹ رہا۔

پھر ظہر کی نماز پڑھی چھوٹی مسجد میں۔ اس وقت کا نقشہ حضرت جی کے مکان میں ایک کرسی و ایک میز اور ایک چارپائی اور ایک چٹائی اور ایک پرانا سا بکس تھا۔ میں چند یوم رہا۔ کوئی آدم نہ آدم زاد فقط ہم تین چار آدمی تھے۔

پھر میں رخصت ہوکر بھیرہ میں آیا۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم سے ملاقات کی۔ اور پھر گھر چلا آیا۔ لیکن میں نے دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا۔ کہ بیشک بیشک یہ شخص صادق ہے۔ پھر تو دھڑا دھڑ کفر کے فتوی لگنے شروع ہوگئے۔ مگر پس پشت ہی۔ میرے گھر میں بیماری اٹھ رہی تھی۔ میں بمعہ بال بچہ دارالامان آیا۔ کہ وہاں جاکر حضرت خلیفۃ المسیح اول سے دوائی کریں

ایک دن کا واقعہ ہے۔ کہ حضور باغ میں تشریف لے گئے۔ تو سب موجودہ احمدیوں کی اور حضرت جی کے گھر کے آدمی ہمراہ تھے۔ حضور نے مالی کو فرمایا۔ کہ شہتوت توڑ لاؤ۔ کہ یہ سب کھاویں۔ میری اہلیہ خود شہتوت پر چڑھ کر اپنے ہاتھ سے تھوڑے سے شہتوت توڑکر لائی۔ اور حضرت جی یعنی حضرت مسیح موعود کے سامنے رکھدئے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ مالی والے صاف نہیں ہیں۔ اور یہ صاف ہیں۔ تو حضور ام المومنین نے فرمایا کہ یہ غلام نبی کی بی بی ہاتھ سے توڑکر آپ کے لئے لائی ہیں۔ تو حضور نے اوپر دیکھا۔ اور فرمایا۔ کہ خدا اسکو بیٹا دے۔ میں شہر میں مولوی صاحب کے مطب میں بیٹھا تھا۔ کہ مولوی صاحب روٹی کھاکر گھر سے آئے۔ اور مجھ کو مبارکباد دی کہ اب دوائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ حضور نے یہ لفظ فرمائے ہیں (یعنی خدا اسکو بیٹا دے) جو پورے ہونگے۔

پھر دو چار یوم کے بعد میں نے رخصت طلب کی اور روانہ ہونے کے لئے حضور سے مصافحہ کیا۔ تو حضور وداع کرنے کے لئے ہمراہ آئے۔ جب یکہ پر چڑھنے لگا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ واپس چلو۔ چند یوم اور رہ جاؤ۔ اور میں نے یکہ والے کے متعلق کہا۔ تو فرمایا۔ کہ دو چار آنہ اسکو ہم دیدینگے۔ راضی ہو جائیگا۔ خیر پھر واپس آئے اور چند یوم رہے۔

پھر میں نے رخصت طلب کی۔ کہ حضور جانے کو دل تو نہیں چاہتا۔ مگر شراکت کی تجارت ہے۔ پھر میں راولپنڈی آگیا۔ تھوڑی مدت کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ اور ڈیڑھ سال کا ہوکر فوت ہوگیا۔ تو میں نے حضور کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ حضور یہ لڑکا تو آپ کا معجزہ تھا۔ اور امید تھی کہ بڑی عمر والا اور سعادت مند ہوگا۔ حضور نے جواب میں خط لکھا۔ جواب بھی میرے پاس موجود ہے۔ کہ اسکے مرنے پر تو صبر کرکے اجر حاصل کرو۔ اور دوسرے کی انتظار کرو۔ پھر میں نے ساری برادری کو برملا سنادیا۔ کہ اب اللہ نے چاہا تو دوسرا لڑکا آیا جانو۔ پھر لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام کرم الٰہی ہے۔ اور اب زندہ ہے۔ خدا اسکو سعادت مند اور بڑی عمر والا کرے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ میں مفتی فضل الرحمان کے مکان پر بمعہ بال بچہ رہتا تھا۔ کوئی بارہ بجے کا وقت ہوگا۔ کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو جب دروازہ کھولا۔ تو دیکھا حضرت صاحب کے ایک ہاتھ میں لیمپ اور ایک ہاتھ میں لوٹا اور گلاس ہے۔ اور فرمایا بھائی صاحب دودھ آگیا تھا۔ تو میں آپ کے لئے لایا ہوں۔ میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ اللہ اللہ یہ خدا کا نبی اور خاکساری یہ۔

جب آئینہ کمالات چھپی تو حضور نے ایک دن فرمایا کہ ان مولویوں کو بھی تبلیغ کی جاوے۔ مگر یہ لوگ عربی خواں ہیں۔ اور میں اردو۔ ہاں ایک بات ہے۔ کہ میں مضمون بنالاتا ہوں۔ مولوی نورالدین اور مولوی عبدالکریم وغیرہ ملکر عربی کرلیں۔ تو ان کو تبلیغ کی جاوے۔ سبحان اللہ! صبح کو حضرت تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ مجھ کو آج چالیس ہزار عربی مادہ کا علم دیا گیا ہے۔ تھوڑی سی عبارت لکھ کر لائے۔ تو مولوی نورالدین و عبدالکریم دیکھ کر حیران ہوگئے۔ کہ اللہ اللہ ہم نے عمر عربی میں گزار دی۔ مگر ایسی عبارت ہمارے خیال میں کبھی نہیں آئی۔

سنہ ۱۹۲۴ء میں ہجرت کرکے دارالامان آگیا۔ محلہ دارالرحمت میں مکان بنایا۔ اللہ تعالےٰ انجام بخیر کرے میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بموجب وصیت جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ دیکر رسید حاصل کرلی ہے۔ آگے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا قسمت پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ آمین۔

مابعد کا جھگڑا کوئی نہیں رکھا۔ فقط چھ روپیہ باقی ہے۔ اگر ہوسکا تو انشاء اللہ ادا کردونگا۔ (وفات پر دے دیا گیا۔ کرم الٰہی سیٹھی)

بقایا داران اپنا بقایا صاف کریں

اور

خط وکتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

(مینجر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ

حضرت شیخ غلام احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا انتقال

(حضرت قبلہ عرفانی صاحب کی قلم سے)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ یکے بعد دیگرے اپنے رفیق اعلیٰ اور مولیٰ کریم کے حضور جا رہے ہیں۔ اور ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ عہد سعادت اور عہد نبوت کی شمع کے پروانے ختم ہو جائینگے۔ اور آنے والی نسلوں کے دلوں میں اپنی یاد چھوڑ جائینگے میں نے بہائت افسوس کے ساتھ حضرت شیخ غلام احمد صاحب نومسلم کی وفات کی خبر سنی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت شیخ غلام احمد صاحب ہماری جماعت میں ایک روشن ضمیر بزرگ تھے وہ ایک معزز ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اور اسلام میں آکر انہوں نے ثمرات و برکات اسلام کا پورا مزا چکھا۔ اور اس عہد کے اولیائے کبار میں داخل ہو گئے۔ خاکسار عرفانی کے ساتھ انکو للہ محبت تھی۔ اور مجھے افسوس ہے۔ کہ میں ان کے جنازہ کو کندھا بھی نہ دے سکا۔ یہ حسرت میری زندگی کے آخری دم تک رہیگی۔ اسکی تلافی میں شیخ صاحب کی زندگی پہ ایک تبصرہ لکھ کر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

وطن و پیدائش

شیخ غلام احمد صاحب ضلع لودہانہ کے ایک گاؤں میں ایک کھتری خاندان میں پیدا ہوئے۔ انکے والد ماجد لالہ جگت رائے اپنے علاقہ کے ایک شریف اور معزز طبیب تھے۔ بچپن ہی میں شیخ صاحب کو اسلام سے محبت پیدا ہوئی۔ اور عملی اسلام کی طرف رغبت ہوئی۔ وہ مسلمان ہم عمروں کی صحبت میں رہتا اور مسلمان بزرگوں کے حالاتِ زندگی کو پڑھنا پسند کرتے۔ اور ایسی مجلسوں میں مخفی طور پر شامل ہوتے جہاں اسلام کی خوبیوں کا ذکر ہوتا۔ یہ رجحان اور شوق اسقدر ترقی کر گیا۔ کہ زیادہ دیر تک محبتِ اسلام کے اس جوش کو چھپا نہ سکے۔ رفتہ رفتہ گھر کے لوگوں کو خبر ہوئی۔ اور انہوں نے مختلف قسم کی پابندیاں اور سختیاں شروع کیں۔ چونکہ انکا خاندان اپنے علاقہ میں ایک شریف اور ممتاز تھا۔ اور اپنے رسم و رواج کے لحاظ سے وہ سمجھتا تھا کہ اگر اس خاندان کا بچہ مسلمان ہو گیا تو گویا ناک ہی کٹ جائیگی۔ اس لئے وہ شیخ صاحب کو قبول اسلام سے روکنے کی ہر ممکن تدبیر کر رہا تھا۔ مگر محبتِ اسلام کا جو نشہ اس نوجوان کے سر میں سما گیا تھا۔ وہ ان سختیوں اور پابندیوں سے اُتر تو نہیں سکتا تھا۔ بڑھتا چلا گیا اور آخر شیخ صاحب اسی جنون میں (ایسے جنوں پر دنیا کی عقلیں قربان ہوں) نکل کھڑے ہوتے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے خاندان ہی کا ایک نوجوان عزیز تھا۔ چونکہ عمر چھوٹی تھی اس لئے کسی مولوی کو تلقینِ اسلام کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لودہانہ آئے مگر کسی نے ان کو داخل اسلام نہ کیا۔ یوں اظہارِ ہمدردی کی جاتی تھی۔ لیکن عملاً مسلمان بنانے سے ڈرتے تھے۔ شیخ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں علماء کے اس ضعف قلب کو محسوس کرتا تھا۔ اور اگر اسلام کی صداقت میرے قلب میں پیدا نہ ہوگئی ہوتی۔ تو ان کی اس کمزوری کا بہت بُرا اثر ہوتا۔ بہرحال وہ دل سے مسلمان ہو چکے تھے۔ اسلئے کوئی چیز انہیں اس سے ہٹا نہ سکتی تھی۔ وہ زمانہ انکے لئے ایک عہد ابتلا تھا گھر میں جب تک رہے۔ تو گھر والوں کی طرف سے مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ اس حالت میں البتہ والدہ کی شفقت کچھ غم گساری کرتی تھی۔ باقی سارا خاندان برافروختہ اور دشمن ہو چکا تھا۔ گھر سے باہر نکلے تو کوئی سہارا نہ تھا۔ مسلمان ڈرتے تھے۔ کہ کہیں آفت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

آہ! ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ مسلمان تبلیغ اسلام کے لئے ہر مصیبت کو شوق سے قبول کرتا۔ اور یا ایک ایسا زمانہ آگیا کہ اسلام میں آنیوالوں کو پیچھے ہٹا دیا جاتا تا کہ کوئی قانونی مواخذہ نہ ہو جاوے۔ شیخ صاحب اس بین الخوف والرجا کے ایام میں ادہر اُدہر پھرتے رہے۔ آخر مالیر کوٹلہ جا کر انہوں نے

علےالاعلان اظہار اسلام کیا

اور اسلام کی تعلیم سے واقفیت بڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں

قیام لودہانہ کے ابتدائی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جبکہ اس وقت کوئی دعویٰ نہ تھا اور نہ آپ بیعت لیتے تھے۔ لودہانہ تشریف لائے۔ اور چوہدری بنے کے احاطہ میں آپ کا قیام تھا۔ لوگوں کا بہت رجوع تھا۔ اور کثرت سے لوگ آپ کی خدمت میں جاتے تھے۔ چونکہ شیخ صاحب کو بزرگان اسلام سے خاص محبت تھی۔ اور اولیاء کرام کے حالات پڑھ کر اس زندگی کی ایک خفیہ محبت کی چنگاری سلگ رہی تھی۔ حضرت کا ذکر سنا۔ اور اور لوگوں کا رجوع دیکھا تو اپنے بھائی کو لیکر حاضر خدمت ہوئے۔

شیخ صاحب کا بیان ہے۔ کہ میں حضرت کو پہلی ہی نظر میں دیکھ کر گرویدہ ہو گیا۔ اور میرے قلب پر ایک روشنی پڑنے لگی جسکو میں نے کبھی محسوس نہ کیا۔ حضرت اقدس نے نہایت لطف و کرم سے تمام حالات کو سنا۔ اور محبت و خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور دیر تک تسلی اور اطمینان دیتے رہے۔ حاضرین میں ہمارے واقف بھی تھے۔ اس لئے کہ ہمارے قبول اسلام نے عام جوش اور چرچا پیدا کر دیا تھا۔ میرا عزیز بھائی بہت ہوشیار اور خوب باتیں کرتا تھا۔ میں خاموش رہتا اس لئے اس کے متعلق نہایت قابل و لائق ہونے کی رائے کا اظہار کیا جاتا حضرت کے حضور بھی ایسا ہی ہوا۔ اور لوگوں نے اسکی تعریف کی۔ حضور نے سن کر فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ چھوٹے صاحب بہت اچھے ہیں۔ یہ حضرت کے ارشاد کا مفہوم تھا۔ شیخ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھ پر اس ارشاد کا بہت اثر ہوا۔ اور آخر واقعات نے بتا دیا۔ کہ میرے اس بھائی کو وہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ جو مجھکو ملی وہ سلسلہ کی قبولیت سے بے نصیب رہا۔

اسلام میں زندگی کا آغاز

مسلمان ہوئے تو مسلمان ہونے کی حقیقت پیدا کرنے کا جوش پیدا ہوا۔ مسلمانوں کے اعمال کو دیکھتے تو حیرت ہوتی۔ اور مشاہدہ اور ایمان میں جنگ ہوتی۔ کہ جس درخت کے یہ ثمرات ہیں اسکی حقیقت کیا ہوگی؟ لیکن ایمان کہتا کہ تو خود اسکے شیریں پھلوں کو کھا رہا ہے۔ یہ حقیقی ثمرات نہیں جن کو تو دیکھتا ہے۔ علماء اور بزرگوں کی صحبتوں میں رہنے کا شوق تھا۔ اور عملی زندگی سے وابستگی تھی۔ جہاں جاتے عزت و احترام ہوتا۔ مگر اس چیز نے دماغ میں کبر اور تعلی پیدا نہیں ہونے دی۔ البتہ مومنانہ خودداری اور غنا ہمیشہ نمایاں رہا۔ اس عرصہ میں مختلف مقامات اور متعدد بزرگوں کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ اس طریق سے نفرت تھی کہ لوگ نو مسلم سمجھ کر کچھ دیں یا اپنے اسلام کو نیلام و نمائش کرتے پھریں۔ اسلئے اپنی زندگی کے پروگرام میں اس امر کو داخل کیا کہ

کوئی کام کر لیا جائے

تاکہ حوائج ضروریہ پوری ہو جائیں۔ اس مقصد کے پیش نظر اپنے حالات پر غور کر کے یہ فیصلہ کیا۔ کہ کسی رئیس کے بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کریں۔ اس طرح پر خدمتِ دین کا بھی موقعہ مل جائیگا۔ اور ضروریات زندگی کا بھی سامان ہوتا جائیگا

واہ حسن ابدال میں

چنانچہ اس فیصلے کے بعد آپ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے واہ (حسن ابدال) میں پہنچے اور نواب محمد حیات خاں مرحوم کے خاندان میں آپکی رسائی ہوئی۔ مرحوم نواب محمد حیات خاں صاحب کے صاحبزادگان بلند اقبال نواب سر سکندر حیات خاں اور نواب لیاقت حیات خاں آپکو اچھی طرح جانتے ہیں شیخ صاحب ایک نہایت خوش رو نوجوان تھے۔ طبیعت میں استغنا تھا۔ مرحوم محمد حیات خاں ان کا بہت احترام کرتے اور اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے۔ ان کے خاندان کے دوسرے لوگ آپ سے حسد کرتے تھے اور آپ کے اس اقتدار اور اعزاز کو جو مرحوم کی نظروں میں بڑھ رہا تھا پسند نہ کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مختلف قسم کی منصوبہ بازیوں اور سازشوں

سے کام لے کر شیخ صاحب کو وہاں سے نکلوانا چاہا اس فتنہ اخراج میں بڑے بڑے آدمی بھی شامل تھے۔ انہیں یہ کد تھی کہ شیخ صاحب ان کے پاس سے گزر جاتے ہیں۔ اور انکی طرف نظر اٹھاکر بھی نہیں دیکھتے سلام کہنا تو درکنار۔ رفتہ رفتہ شیخ صاحب کو بھی اس قسم کی سازشوں کی خبر پہنچی مگر انہوں نے پرواہ نہ کی البتہ یہ فیصلہ کر لیا کہ

واہ کو چھوڑ دینا چاہیئے

انکی طبیعت میں استغنا پرلے درجہ کا تھا۔ اور متوکل انسان تھے۔ چاہا یہ کہ چپکے سے چلے جاؤں پھر اسکو بزدلی سمجھا اور منتظر رہے۔ کہ ساعضات ہو تو فیصلہ کروں۔ نواب صاحب کا لطف و کرم روز بروز بڑھ رہا تھا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ شیخ ایک نجیب و شریف نوجوان ہے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ بلاوجہ مخالفت بڑھ رہی ہے۔ اور ایسا نہ ہو کہ جہالت کا کوئی علمبردار شیخ صاحب کی جان پر حملہ کر دے اور اس سے ایک عداوت کا سلسلہ شروع ہو جائے تو انہوں نے یہی مصلحت سمجھی کہ شیخ صاحب کو اپنے ساتھ لے جاویں نواب صاحب کونسل آئین ہند کے ممبر ہوئے تھے اور وہ اس کے اجلاس میں شمولیت کے لئے جا رہے تھے۔ انہوں نے شیخ صاحب سے گردوپیش کے حالات کا ذکر کیا اور کہا کہ میں تو یہاں ہونگا نہیں۔ اور اگر کسی نے آپ کو ایذا دی تو مجھے تکلیف ہوگی۔ اور پھر خطرہ ہے کہ خاندانی جنگ نہ بن جائے۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ شیخ صاحب نے کہا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں جہاں میرا مولیٰ مجھے لے جائیگا چلا جاؤنگا۔ میں نے آپ کو یا کسی اور کو خدا نہیں بنایا میرا مولےٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور مرنے والے انسانوں کی طاقت اور رفاقت پر مجھے نہ بھروسہ ہے اور نہ یقین ہے۔ آپ کی مہربانیوں کا شکر گزار ہوں یہ بھی میرے مولےٰ کا فضل تھا۔ کہ اس نے آپ کو میرے لئے مسخر کر دیا۔ نواب مرحوم پر طبعاً ان باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ مگر انہوں نے اصرار کیا کہ میرے ساتھ چلو۔ غرض آپ نے واہ کو چھوڑ دیا۔ اگرچہ واہ کے قدرتی مناظر ایک دلچسپی رکھتے تھے۔ اور خلوت میسر تھی۔ مگر جب اسے چھوڑا تو پھر ادہر کا خیال بھی نہیں کیا۔ شیخ صاحب کا یہ عہد عہد شباب تھا جنہوں نے ان کو دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ ایک نہایت خوبصورت اور مردانہ حسن کے نمونہ تھے۔ مگر ان کا عہد شباب ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رہا۔ جو چیز ان کو محبوب تھی وہ ذکر الٰہی اور روحانی ترقی صفائی سے ان کو بہت محبت تھی۔ اور صفائی کے لئے یہ دلچسپی اور توجہ بعض اوقات بدباطن لوگوں کو مختلف قسم کے شبہات کا بھی موقعہ دیتی تھی۔ مگر وہ۔

ہر کرا حساب پاک ست از محاسبہ چہ باک

کو مدنظر رکھتے میاں احمد یار خاں مرحوم جنکی زندگی کا بیشتر حصہ لودہانہ میں اور آخری حصہ بنگہ ضلع جالندھر میں گزرا ایک ذاکر مشاغل صوفی تھے اور ہماری جماعت میں وہ ایک باخدا بزرگ تھے۔ شیخ صاحب کے ابتدائی ایام سلوک کا زمانہ ان کی صحبت میں بھی گزرا۔ انہوں نے جب کبھی ان ایام کے حالات کا مجھ سے تذکرہ کیا تو شیخ صاحب کی متقیانہ زندگی کو سراہا اور لوگوں کو جو عیب انکی زندگی میں نظر آتا تھا وہ

ان کا استغنا تھا

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کی عجیب و غریب قدرتوں کو دیکھتا اور اسی کے آستانہ پر گرتا ہے۔ وہ دنیا کی کسی قدرت و طاقت کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ اسکی زندگی کا نقشہ یہ ہوتا ہے۔

آنکس کہ بتو رسد شہاں را چہ کند

غرض یہ عہد شیخ صاحب کا عہد ریاضت تھا پرانے صوفیوں کے طریق پر انہوں نے قدم نہیں مارا۔ اگرچہ وہ مشہور گدیوں اور سجادہ نشینوں کے پاس گئے۔ لیکن وہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے ان تمام گدیوں اور مشائخ کو دیکھا ہے۔ مجھے نمائش اور ریا کی دوکانیں نظر آئیں۔ میں اللہ والوں کی تلاش میں تھا۔ اور اس جنس کو جہاں جاتا مفقود پاتا۔ یہی تڑپ اور مطلب آخرکار انہیں قادیان لے آئی وہ سنہ ۱۹ء میں قادیان آئے۔ اس وقت پورے شباب پر تھے لباس ہمیشہ صاف اور ستھرا رکھتے اور دیکھنے والے سمجھتا کہ بہت بڑا دولت مند انسان ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے۔ کہ حقیقی دولت اس کے پاس ضرور تھی۔ گو چاندی سونے کے سکوں سے اس کا ہاتھ خالی تھا۔ اخبار الحکم بھی پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے قدرتاً انہیں خاکسار عرفانی سے جوان ایام میں تراب تھا) بھی ملاقات کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ مسجد اقصیٰ میں جمعہ کے دن پہلی ملاقات ہوئی۔ اور اسی ملاقات میں دل را بدل رہ ایست۔ ہم نے ایک دوسرے کو محبت و اخلاص کے جذبات میں کھیلتے پایا۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے کہا کہ آپ قادیان ہی کیوں نہیں رہ جاتے فرمایا دل تو یہی چاہتا ہے مگر میں موقع کا منتظر ہوں یہ میرے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب سامان کر دیگا رہ جاؤنگا۔ اب کہیں جانے کو ہوس اور تمنا نہیں رہی۔ بہت کچھ دیکھ چکا۔ میں نے پوچھا آپ کیا سامان چاہتے ہیں؟ تو کہا کہ جاننے والا جانتا ہے میرے اصرار پر کہا کہ میری ضروریات مختصر ہیں۔ دھوبی حجام ان کے اخراجات ہیں۔ میں کسی پر بار نہیں ہونا چاہتا۔ میں نے پوچھا کہ کس قدر اخراجات کا آپ اندازہ کرتے ہیں۔ تو فرمایا یہی دو تین روپیہ۔ میں نے کہا کہ۔

یہ رقم میں اپنے ذمہ لیتا ہوں

تو کہا کہ مجھے اس کے بدلہ میں کیا کام کرنا پڑیگا بغیر کام کے میں لینا نہیں چاہتا۔ میں نے کہا کام یہی ہے۔ کہ آپ روزانہ آیا کیجئے۔ اور میرے پاس بیٹھ کر جو کام میں کہوں کریں۔ چنانچہ وہ بہت خوش ہوتے۔ اور اس طرح پر اپنے آپ کو تین روپے کا نوکر سمجھ کر قادیان میں رہنے لگے۔ اس واقعہ کا ذکر انہوں نے بارہا اپنے وعظوں میں کیا۔ میں نے ہمیشہ خدا کا شکر کیا۔ کہ اس نے مجھے شیخ غلام احمد صاحب جیسے بزرگ کو قادیان میں رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ میرے پاس آتے میں انکی فطرت کو پڑھ چکا تھا کہ وہ کسی کے احسان کو لینا نہیں چاہتے۔ اس لئے کبھی کوئی مختصر سا کام کاپی پڑھنے یا کوئی خط لکھنے کا دیدیتا۔ رفتہ رفتہ جب وہ بھی بخوبی سمجھ گئے کہ میں نے کسی نمائش یا ریاکاری سے یہ بار نہیں اٹھایا۔ تو انہیں میرے ساتھ محبت و اخلاص بڑھا۔ تب میں نے کہہ دیا کہ دراصل میرا مقصد آپ جیسے لوگوں کا یہاں رکھنا تھا۔ آپ دعا کر چھوڑا کریں یہی آپ کا کام ہے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک الحکم کو یہ سعادت حاصل رہی۔ اس عرصہ میں میں نے بخوبی اندازہ کیا کہ شیخ صاحب کس قدر منور فطرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہہ دیا کہ آپ کو خود وقت مقررہ پر یہ رقم دے دینی چاہیئے ورنہ میں تقاضا نہیں کرونگا۔ اور اگر کبھی مجھے کہنے کی ضرورت درپیش ہوئی تو میں سختی سے مطالبہ کرونگا۔ اس لئے کہ میں اسے اپنا حق سمجھتا ہوں۔ آپ کا حق یہ ہے کہ اس کے بدلہ میں جو کام میرے ذمہ مقرر کیا ہے آپ اس کا مطالبہ کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سلسلہ میں انکو سختی سے مطالبہ کی اور مجھے اپنے کام کے لئے تقاضا کی ضرورت پیش نہیں آئی

دودھ کی دوکان

کچھ عرصہ کے بعد شیخ صاحب کو خیال آیا۔ کہ میں دوکاندار قوم سے تعلق رکھتا ہوں بہتر ہے کہ کوئی چھوٹی سی دوکان کھول لوں۔ آخر یہ فیصلہ کیا کہ دودھ کی دوکان جاری کروں۔ جن حالات میں وہ دوکان جاری ہوئی اس کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ اس دودھ کی دوکان میں شیخ صاحب کی صفائی اور اور نفاست پسند کا مظاہرہ موجود تھا وہ نہایت محنت اور جفاکشی سے کام کرتے جب وہ کڑاہیوں کو مانجتے یا آگ جلاتے وقت پھونکیں مارتے تو عارف کے لئے ایک بصیرت افروز منظر ہوتا۔ دوکانداری میں انہوں نے پوری دیانت اور امانت کے اصولوں کو مدنظر رکھا۔ انہوں نے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی ہی سمجھا۔ دونوں کو ملاکر دودھ بنانے کی سعی نہ کی۔ دوکان میں کوئی فائدہ نہ تھا۔ مگر دوکان جاری تھی۔ اور ہر روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور حضرت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ کو دودھ بھیجنے لگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ ہر روز نہیں چاہیئے۔ ایسا ہی دوسرے بزرگوں نے فرمایا کہ دوکان اس طرح پر نہیں چل سکتی۔ شیخ صاحب نے عرض کیا کہ میں نے تو خدمت کا ذریعہ پیدا کیا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا مخلوق کو اچھی ستھری اور خالص اشیاء بہم پہنچانا یہ بڑی خدمت اور نیکی ہے۔ لوگ سمجھتے نہیں اگر دوکاندار اپنے فرائض دیانت سے ادا کریں۔ کم تولیں یا ماپیں نہیں ملاوٹ نہ کریں تو یہ تجارت دین اور دنیا کی تجارت ہے۔ خدا نے کم ماپ تول کے گناہوں میں مبتلا لوگوں کے لئے نبی بھیجا کہ اصلاح کریں۔ تم بھی اپنے نمونہ سے لوگوں کی خدمت کرو۔

شیخ صاحب کو اصرار تھا کہ حضرت اقدس روزانہ انکا ایک سیر دودھ قبول فرمائیں۔ حضور نے بالآخر فرمایا کہ اچھا ہفتہ میں ایک آدھ مرتبہ بھیج دیا کرو۔ اور جب ہم خریدیں گے۔ تو آپ کے ہاں سے لیا کرینگے۔ شیخ صاحب کے اخلاص و محبت کو الگ رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے

باقی صفحہ ۸ پر دیکھیں

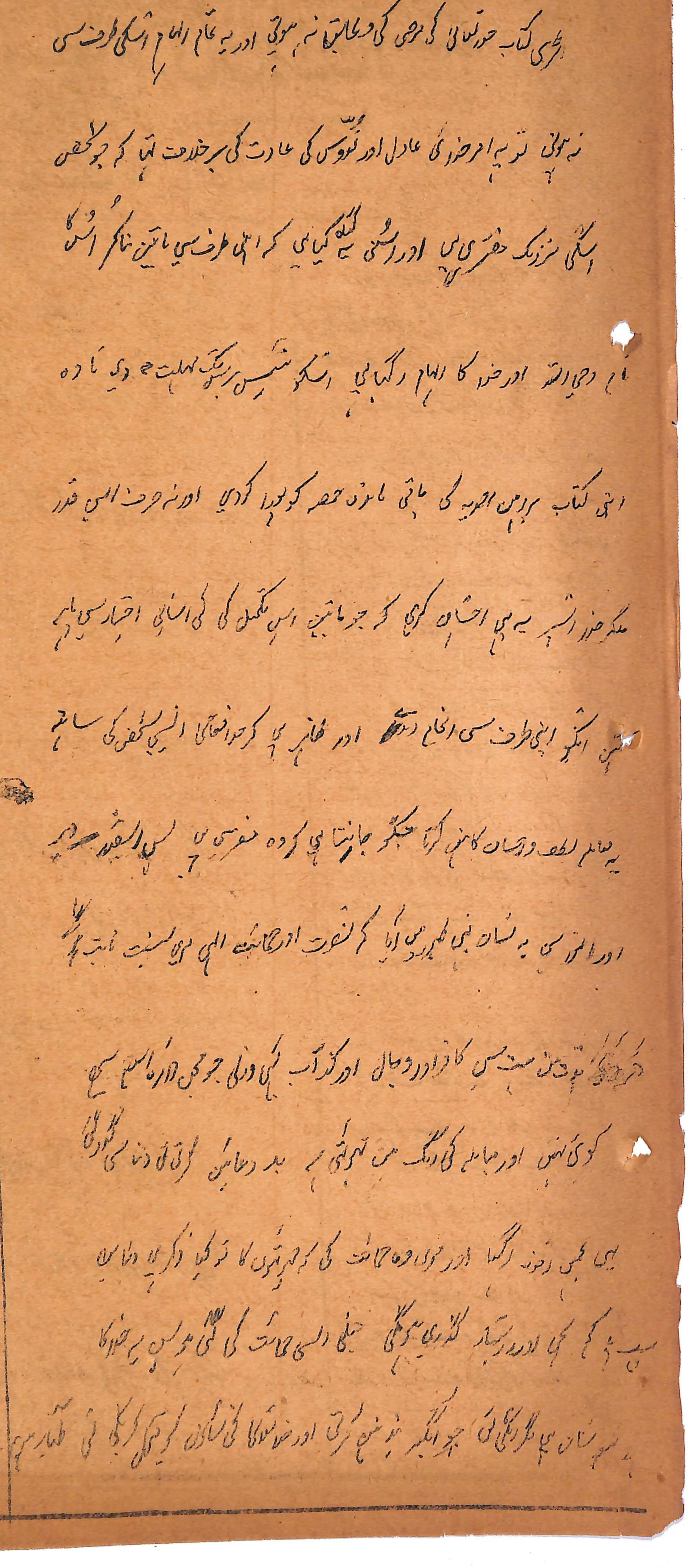

میری کتاب خدا تعالیٰ کی مرضی کی مطابق نہ ہوتی اور یہ تمام الہام اسکی طرف سی نہ ہوتی تو یہ امر خدای عادل اور قدوس کی عادت کی برخلاف تہا کہ جو شخص اسکی نزدیک مفتری ہے اور اسنی یہ گناہ کیا ہے کہ اپنی طرف سی باتین بنا کر اسکا نام وحی اللہ اور خدا کا الہام رکہا ہے اسکو تیئیس برس تک مہلت دے تا وہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کی باقی ماندہ حصہ کو پورا کردے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ خدا اسپر یہ بہی احسان کری کہ جو باتین اسکی تکمیل کی لئی انسانی اختیار سی باہر تہین انکو اپنی طرف سی انجام دیدے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ ایسی شخص کی ساتہ یہ معاملہ لطف و احسان کا نہیں کرتا جسکو جانتا ہی کہ وہ مفتری ہے پس اسقدر دیر اور التوا سی یہ نشان بہی ظہور میں آیا کہ نصرت اور حمایت الٰہی میری نسبت ثابت ہو گئی اس لمبی مدت میں بہت سی کافر اور دجال اور کذاب کہنی والی جو مجہی دائرہ اسلام سی خارج کرتی تہی اور مباہلہ کی رنگ میں جہوٹوں پر بد دعائین کرتی تہی دنیا سی گذر گئی مگر خدا نے مجہی زندہ رکہا اور میری وہ حمایت کی کہ جہوٹوں کا تو کیا ذکر ہے دنیا میں بہت ہی کم سچے ایسے گذری ہونگی جنکی ایسی حمایت کی گئی ہو پس یہ خدا کا کہلا کہلا نشان ہے مگر انکی لئی جو آنکہیں بند نہیں کرتی اور خدا تعالیٰ کی نشانوں کو قبول کرنے کے لئے طیار ہیں

نہ ہوتی۔ اور یہ تمام الہام اس کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ امر خدائے عادل اور قدوس کی عادت کے برخلاف تھا۔ کہ جو شخص اس کے نزدیک مفتری ہے۔ اور اس نے یہ گناہ کیا ہے کہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اس کا نام وحی اللہ اور خدا کا الہام رکھا ہے۔ اس کو تیئیس برس تک مہلت دی۔ تا وہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے باقی ماندہ حصہ کو پورا کر دے۔ اور نہ صرف اسقدر بلکہ خدا اس پہ بھی احسان کرے۔ کہ جو باتیں اس کی تکمیل کے لئے انسانی اختیار سے باہر تھیں۔ ان کو اپنی طرف سے انجام دیدے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے شخص کے ساتھ یہ معاملہ لطف و احسان کا نہیں کرتا۔ جس کو جانتا ہے کہ وہ مفتری ہے پس اسقدر دیر اور التوا سے یہ نشان بھی ظہور میں آیا کہ نصرت اور حمایت الٰہی امیری نسبت ثابت ہو گئی اس لمبی مدت میں بہت سے کافر اور دجال اور کذاب کہنے والے جو مجھے دائرہ اسلام سے خارج کرتے تھے اور مباہلہ کے رنگ میں جھوٹوں پہ بددعائیں کرتے تھے دنیا سے گذر گئے + مگر خدا نے مجھے زندہ رکھا۔ اور میری وہ حمایت کی جو جھوٹوں کا تو ذکر کیا دنیا میں بہت ہی کم سچے اور راستباز گذرے ہونگے جنکی ایسی حمایت کی گئی ہو پس یہ خدا کا کھلا کھلا نشان ہے۔ مگر ان کے لئے جو آنکھیں بند نہیں کرتے۔ اور خدا کے نشانوں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے لکھی ہوئی براہین احمدیہ

کا ایک صفحہ

سلسلہ کے نادر اوراق

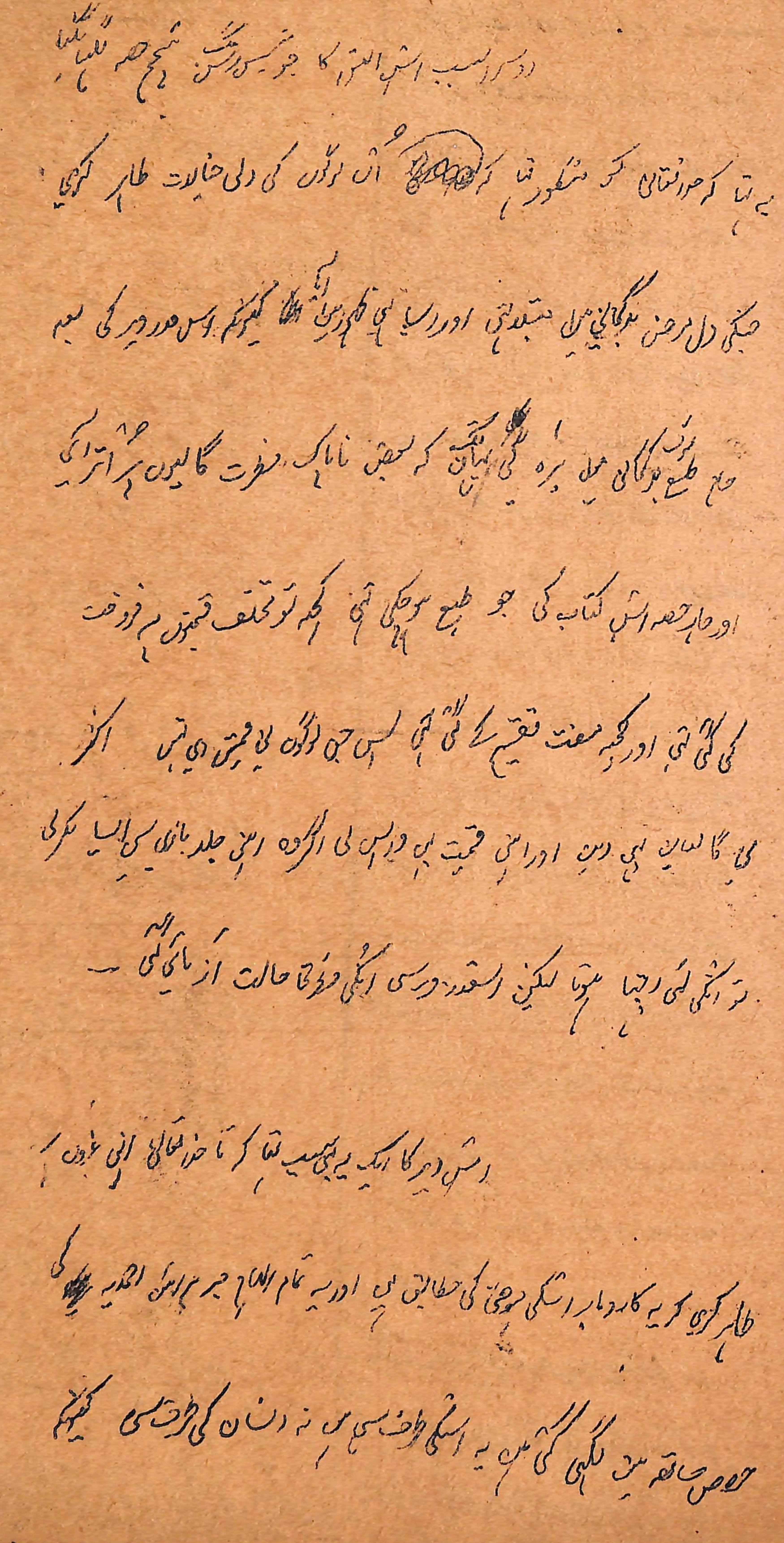

دوسرا سبب اس التوا کا جو تیس برس تک پنجم حصہ لکھا نہ گیا

یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ ان لوگوں کے دلی خیالات ظاہر کرے

جن کے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے اور ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ اس قدر دیر کے بعد

خام طبع لوگ بدگمانی میں بڑھ گئے یہانتک کہ بعض ناپاک فطرت گالیوں پر اتر آئے

اور چار حصے اس کتاب کے جو طبع ہو چکے تھے کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت

کئے گئے تھے اور کچھ مفت تقسیم کئے گئے تھے پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں اکثر

نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی اگر وہ اپنی جلد بازی سے ایسا نہ کرتے

تو ان کے لئے اچھا ہوتا لیکن اس قدر دیر سے ان کی فطرتی حالت آزمائی گئی ۔

اس دیر کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ تا خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر

ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اس کی مرضی کے مطابق ہے اور یہ تمام الہام جو براہین احمدیہ کے

حصص سابقہ میں لکھے گئے ہیں یہ اس کی طرف سے ہیں نہ انسان کی طرف سے کیونکہ

دوسرا سبب اس التوا کا جو تیئس برس تک پنجم حصہ لکھا نہ گیا یہ تھا۔ کہ خدا تعالےٰ کو منظور تھا کہ لوگوں کے دلی خیالات کو ظاہر کرے جن کے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے ۔

اور ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ اس قدر دیر کے بعد خام طبع لوگ بدگمانی میں بڑھ گئے یہانتک کہ بعض ناپاک فطرت گالیوں پر اتر آئے ۔ اور چار حصہ اس کتاب کے جو طبع ہو چکے تھے۔ کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت کئے گئے تھے اور کچھ مفت تقسیم کئے گئے تھے۔ پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں۔ اکثر نے گالیاں دیں۔ اور اپنی قیمت بھی واپس لی۔ اور اگر وہ اپنی جلد بازی سے ایسا نہ کرتے تو ان کے لئے اچھا ہوتا۔ لیکن اس قدر دیر سے ان کی فطرتی حالت آزمائی گئی ۔

اس دیر کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ تا خدا تعالےٰ اپنے بندوں پر ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اس کی مرضی کے مطابق ہے ۔ اور یہ تمام الہام جو براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں لکھے گئے ہیں ۔ یہ اس کی طرف سے ہیں ۔ نہ انسان کی طرف سے ۔ کیونکہ اگر یہ کتاب خدا تعالےٰ کی مرضی کے مطابق

اگر احرار مباہلہ سے فرار کرنا نہیں چاہتے تو منظور کردہ شرائط شائع کردیں

مولوی مظہر علی صاحب اظہر کو ان کے تار کے جواب میں جو تحریر بھیجی گئی تھی۔ اور جسے الفضل میں درج کر دیا گیا تھا اس میں ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی تھی کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مقرر کردہ نمائندوں کے ساتھ مزیدی امور اور شرائط کے متعلق فیصلہ کرلیں۔ اور ساتھ ہی الفضل کے وہ پرچے جن میں ان شرائط کا ذکر تھا ان کو بھیج دیئے گئے تھے لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس طرف آتے ان کی طرف سے اخبار مجاہد میں پے بہ پے ایک اعلان شائع کیا جا رہا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ وہ ہماری طرف سے یہ واضح اور غیر مبہم اعلان تمام دنیا کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ ہم مرزا محمود کی پیش کردہ شرائط کو منظور کرتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے کسی شرط پر اصرار نہیں نہیں کرتے۔ ہم مرزا محمود کی ہر بات کو پورا کرتے ہوئے انشاء اللہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء کو قادیان مباہلہ کے لئے پہنچ جائیں گے" اگر یہ بات صرف عوام کو دھوکہ دینے۔ اور عین موقعہ پر الجھنیں پیدا کر کے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے نہیں کہی جا رہی۔ تو براہ مہربانی وہ شرائط شائع کر دیں۔ جنہیں منظور کرنے کا وہ اعلان کر رہے ہیں۔ تاکہ ایک تو یہ معلوم ہو جائے کہ شرائط کو احرار نے صحیح طور پر سمجھ لیا ہے اور وہ انکی پابندی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور دوسرے جن لوگوں کو وہ اپنے ساتھ مباہلہ میں شریک کرنا چاہتے ہیں انہیں معلوم ہو جائے کہ مباہلہ میں شریک ہونے کے متعلق کیا شرائط ہیں جب تک احرار ایسا نہیں کرتے اس وقت تک ان کا یہ کہنا کہ وہ پیشکردہ شرائط کو منظور کرتے ہیں قطعاً بے حقیقت اور عوام کو مبتلائے فریب کرنے والی بات ہے۔ اور اس سے قطعاً یہ اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ کہ عین وقت پر احرار پیش کردہ شرائط کی خلاف ورزی کر کے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ (الفضل)

مولودِ مسعود

خاندانِ نبوت میں ایک اور خوشی

۱۹ اکتوبر پونے ۶ بجے صبح جناب خان محمد عبداللہ خان صاحب کے مشکوئے معلی میں یعنی حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ بنت حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے بطن مبارک سے فرزند ارجمند پیدا ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ جناب خان صاحب اور حضرت سیدہ کا دوسرا فرزند ارجمند ہے۔ اللھم زد فزد

سلسلہ کے تمام افراد میں یہ خبر خوشی سے پڑھی جائیگی۔ اس روز تمام مدارس اور دفاتر اس خوشی میں بند رہے۔ الحکم بھی اس تقریب پر صدق دل سے خاندان نبوت اور حضرت نواب صاحب کے خاندان کو مبارکباد کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مولود مسعود کو لمبی عمر دے اور خادم دین بنائے۔ آمین +

دارالبیعت لدھیانہ

دارالبیعت لدھیانہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے سب سے پہلے ارشاد الٰہی کی تعمیل میں بیعت لینی شروع فرمائی۔ وہ سلسلہ بیعت جو وسیع ہو کر دنیا کے کناروں تک پہنچے گا انشاء اللہ۔ اور جس میں داخل ہونیکا فخر بادشاہوں کو بھی حاصل ہوگا وہ ایک معمولی سے مکان میں شروع ہوا۔ جن احباب کو اس وقت تک حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہونیکی عزت حاصل ہے۔ ان پر اس مکان کا بھی حق ہے کہ پہلی بیعت کے مقام کی حیثیت بھی بڑھائیں۔ آئندہ نسلیں نہ معلوم اس مکان کو کسقدر عالی شان بنائیں گی۔ لیکن موجودہ وقت کے احمدیوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ بھی اپنی موجودہ حیثیت کے مطابق اسکی تعمیر میں حصہ لیں۔ یہ معاملہ اس سے پہلے بھی مجلس مشاورت کے موقعہ پر احباب کے نوٹس میں لایا جا چکا ہے اور بہت سے دوستوں نے اسکی تعمیر میں حصہ لینے کے لئے چندہ لکھوایا تھا اور اب تک آٹھ سو روپے سے اوپر رقم بھی وصول ہو چکی ہے۔ تعمیر جو اس وقت زیر تجویز ہے اس کیلئے صرف پندرہ سو تک کا تخمینہ ہے۔ اس لئے احباب کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جو دوست دارالبیعت کی اس پہلی تعمیر میں حصہ لینا چاہتے ہوں وہ جسقدر جلد ہو سکے اپنا چندہ جناب صاحب صدر انجمن احمدیہ کو بھجوا سکتے ہوں بھجوا دیں تا تعمیر کا کام شروع ہونے سے پہلے وہ ثواب میں داخل ہو جائیں اور گو وہ اس وقت پہلی بیعت کے مقام پر بیعت میں شامل نہیں ہو سکے لیکن اب اس خاص مقام پر عمارت کے چندہ میں شامل ہو کر اس سے ایک گونہ تعلق پیدا کر سکیں۔ ناظر بیت المال قادیان

جلسہ سالانہ کے متعلق ہر احمدی کی ذمہ واری

جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے۔ اس کے لئے انتظامات اور اجناس کی خرید و فروخت کا کام سرعت سے جاری ہے۔ جس کے لئے روپیہ کی فوری ضرورت ہے۔ چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق میں نے گذشتہ ماہ میں ہر ایک جماعت کو تحریک بھجوا دی تھی۔ الفضل میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد یاد دہانی اخبار الفضل میں شائع ہوتی رہی ہے۔ چندہ جلسہ سالانہ کی وصولی جس رفتار سے ہونی چاہیئے ابھی شروع نہیں ہوئی۔ حالانکہ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ عہدیداران جماعت و احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ واری کو سمجھتے ہوئے بلا توقف چندہ جلسہ سالانہ کی رقوم بھجوائیں۔ ہر ایک جماعت کو چندہ جلسہ سالانہ کے بجٹ سے جائنٹ ناظر صاحب کی طرف سے اطلاع دی جا چکی ہے جو عہدہ داروں نے اپنی جماعتوں سے وصول کر کے بھجوانا ہے۔ اگر کسی جماعت کو اطلاع نہ ملی ہو تو دفتر ہذا سے بہت جلد دریافت فرمالیں:

ناظر بیت المال قادیان دارالامان

بعض نہایت افسوس ناک اموات

منشی فیاض علی صاحب مرحوم

منشی فیاض علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے حالات زندگی اور روایات الحکم میں شائع ہو چکی ہیں۔ اب میں ان کے متعلق اور دیگر بزرگوں کے متعلق اس قدر کافی خیال کرتا ہوں کہ ان الفاظ میں ان کے ذکر کو محفوظ کر دوں جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں فرمائے۔ اس سے بہتر ان کا ذکر کوئی کیا کر سکتا ہے تاہم اگر ان کے رشتہ داروں احباب میں سے کسی کو مفصل حالات لکھنے کا موقع ملے تو الحکم کے کالم ان کو شائع کرنے کے لئے ہر وقت موجود ہیں۔

۲۰ اکتوبر کو خطبہ جمعہ کے بعد حضور نے بعض مخلصین کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

پچھلے عشرہ میں جماعت احمدیہ کے بعض اچھے مخلص فوت ہو گئے ہیں۔ جن میں زیادہ تر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ ہیں۔ ایک ہمارے

شیخ غلام احمد صاحب واعظ

تھے۔ جن کا اسی ہفتہ میں انتقال ہوا ہے۔ پھر

شیخ عبد الرزاق صاحب بیرسٹر

لائلپور کا انتقال ہوا ہے انہیں مبایعین کی جماعت میں داخل ہوئے گو ابھی ڈیڑھ سال ہی ہوا تھا مگر وہ بھی صحابی تھے اور بیعت خلافت کے بعد انہوں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ اور جماعت کے کاموں میں بہت قربانی کرنے لگ گئے تھے۔ اور روزانہ اخلاص میں بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب

بھی وفات پا گئے ہیں وہ گو صحابی نہیں تھے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں انہوں نے بیعت کی۔ مگر نہایت مخلص تھے۔ اور ہمیشہ جماعت کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ

سید محمد علی شاہ صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ

بھی وفات پا گئی ہیں۔ وہ بھی سلسلہ سے گہرا اخلاص رکھتی تھیں اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان پر اپنے فضل کا ہاتھ رکھے۔

منشی فیاض علی صاحب

جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ اور ۳۱۳ میں ان کا نام تھا۔ فوت ہو گئے ہیں۔ میں جمعہ کے بعد ان کا جنازہ پڑھانے جاؤں گا۔ ان موتوں کے ساتھ ساتھ یہ خیال ہر شخص کے دل میں اٹھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں۔ نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ کوشش کریں کہ وہ اسی رنگ میں رنگین ہو جائیں جس رنگ میں وہ لوگ رنگین تھے۔ وہ سلسلہ کے لئے قربانیاں کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی انابت اور توجہ کریں۔ کہ اس انابت کے نتیجہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ اور ان کا ایمان صرف خشک ایمان نہ رہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی طرح انہیں تر ایمان حاصل ہو۔

(الفضل)

نعرے

سُنتے ہیں ہم نے زندہ باد و مُردہ باد کے نعرے
بہت کانوں میں گونجے ہیں سخن کی داد کے نعرے

تکبّر سے جو کہتا تھا "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی"
لگاتا تھا جفا و جور و استبداد کے نعرے

وہ بول اُٹھا۔ کہ اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوسٰے وَ ہَارُوْن
ہوئے غرقاب جب قلزم میں ذی الاوتاد کے نعرے

یہ پانی میں ہوئے غائب۔ وہ خشکی پر ہوئے زائل
اِدھر فرعون۔ اُدھر نمرود اور شدّاد کے نعرے

ہوئے یوں بے نشاں اتنا پتہ چلنا ہوا مشکل
کہاں سے اُٹھے۔ کب اُٹھے ثمود و عاد کے نعرے

مٹے یہ خود بھی نعرے بھی مٹے ان کے مگر کچھ کچھ
زبانوں پر ہیں ان نعرہ زنوں کی یاد کے نعرے

تعجب کیا اگر عرشِ الٰہی کو ہلا ڈالیں
ستم دیدہ کسی مظلوم کی فریاد کے نعرے

بڑی مدت سے زوروں پر تھے اب کمتر ہی اُٹھیں گے
بغاوت۔ فسق۔ شرک۔ و کفر اور الحاد کے نعرے

نکل اک ناکام کوئے عشقِ جاناں کی زباں پر تھا
ہوئے وقفِ بیاباں قیس اور فرہاد کے نعرے

کسی بدبخت طائر کے اسیرِ دام ہونے پر
سُنے ہوں ورنہ سن لینا کبھی صیّاد کے نعرے

کسی کو کیا خبر کس شان و شوکت سے نکلتے ہیں
کسی آفت رسیدہ۔ خانماں برباد کے نعرے

یہ نعرے زندگی تک ہیں سُنو گے دم نکلنے پر
عزیزوں۔ دوستوں ہمسایوں اور اولاد کے نعرے

حسنؔ یہ سارے فانی تھے۔ جو باقی رہنے والے ہیں
وہ نعرے! ہاں وہ نعرے ہیں! خدا کی یاد کے نعرے

حسن رہتاسی

درخواست دعا

کچھ نہیں دل میں تمنا مال و دولت کے لئے
اور نہ خواہش ہے کسی جاہ و حکومت کے لئے
سلسلے کے دوستوں سے ہے حسنؔ کی آرزو
اک دعا ہو جائے عرفانی کی صحت کے لئے

حسن رہتاسی

چوہدری عبد القدیر خاں صاحب خلف چوہدری عبد الحی خاں صاحب کاٹھ گڑھی عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ ان کی صحت کے لئے احباب دعا فرمائیں۔

خاکسار عبد الرحیم خاں کاٹھ گڑھی قادیان

احمدیہ ہوسٹل ایسوسی ایشن کے سیکرٹری کا انتخاب

۱۴ اکتوبر ۸ بجے شام احمدیہ ہوسٹل ایسوسی ایشن کا ایک غیر معمولی اجلاس سال رواں کے لئے نئے عہدے دار منتخب کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ صاحبزادہ عبد الوہاب عمر خلف حضرت خلیفہ اوّل باتفاق رائے سیکرٹری منتخب ہوئے۔

نامہ نگار

میں کیوں کر احمدی ہوا

میں سکندر علی ولد چوہدری ولیداد صاحب نمبردار ساکن موضع تکھن کلاں متصل اٹھوال حال وارد بھینی بانگر متصل قادیان دارالامان تحصیل و ضلع گورداسپور کا ہوں۔ بندہ کا کرسی نامہ۔ سکندر علی بن ولیداد نمبردار بن محکم دین نمبردار بن متصدی نمبردار قوم جٹ تکھن ہے میں اپنے باپ کا ایک بیٹا تھا۔ انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے پڑھایا۔ اور کوئی کام نہیں کروایا بندہ نے کلانور کے مڈل سکول میں مڈل تک تعلیم پائی مگر امتحان نہ دیا۔ اور سکول چھوڑ دیا۔ پھر بندہ امریکن مشن گورداسپور کے ایک سکول موضع سدھواں متصل گورداسپور میں یکم اکتوبر ۱۸۸۸ء سے ملازم ہوگیا ۱۸۹۳ء میں پادری عبداللہ صاحب کیخلاف شہادت دینے پر پادری کالورڈ صاحب انگریز نے مجھے موقوف کر دیا۔ اس مقدمہ میں پادری عبداللہ کے شراب پینے کا مقدمہ صاحب بہادر کے پیش ہوا۔ سب مدرسین نے شہادت میں اخفا کیا اور سب کو موقوف کر دیا۔ بندہ نے اخفا نہیں کیا۔ بلکہ صحیح صحیح واقعات بیان کیا۔ تو مجھے تنخواہ دیکر موقوف کرکے حکم دیا۔ کہ دو ماہ بعد میں تمکو معافی دونگا۔ اور ایک ہی ماہ بعد معافی دیدی۔ اور تین روپے ترقی دیکر موضع ابین پور میں تبدیل کر دیا۔ اور پانچ سال بندہ سدھواں میں رہا۔ اور ایک دن گورداسپور سے آتے ہوئے پادری عبداللہ صاحب نے میرے ساتھ مذہبی گفتگو اس طرح شروع کی۔ کہ سکندر علی میں نے تمکو کبھی نماز پڑھنے سے روکا ہے۔ میں نے کہا نہیں پھر کبھار وزہ رکھنے سے روکا ہے۔ مینے کہا نہیں۔ پھر خاموش ہوگیا۔ میں نے کہا کہ اس میں آپکا کیا مطلب ہے۔ کیا کسی نے میری شکایت کی ہے۔ کہنے لگا نہیں۔ میں نے اسلئے پوچھا ہے۔ کہ جس کام کے کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہو وہ کیوں کرنا۔ مینے کہا نماز و روزہ بے فائدہ ہے۔ یہ تو عبادت ہے۔ جیسے آپ بھی عبادت کرتے ہیں۔ تو کہنے لگا کہ کیا تم کو ہمارے مذہب پر کوئی شک ہے۔ کہ سچا نہیں۔ میں نے کہا یہ سوال ہی فضول ہے کہ ہر آدمی دوسرے مذہب کو حق پر نہیں سمجھتا تبھی تو اس میں شامل نہیں ہوتا۔ جیسے آپ مسلمانوں کے مذہب کو جھوٹا سمجھتے ہیں تو پھر زبان کہلوانا اچھا نہیں ہے۔

پھر کہنے لگا کہ اچھا ہمارے مذہب کے متعلق آپ کو کیا شک ہے یا اعتراض ہے۔ میں نے کہا جناب میں ہوا نوکر آپ ہوئے آقا۔ میں نے کوئی ایسی بات کہدی جو آپ کو بری لگی تو آپ ناراض ہوکر سکول سے موقوف کر دینگے۔ تو کیا فائدہ ایسی باتوں کا۔ تو بڑی نرمی اور محبت سے کہنے لگا۔ نہیں نہیں یہ خیال ہی اٹھا دو۔ بھائی بھائی بن کر بات کرو۔ اور جو اعتراض ہے کھلے دل سے کرو۔ میں نے کہا۔ پھر عرض یہ ہے۔ کہ خدا کتنے ہیں۔ تو کہنے لگا ایک ہی خدا ہے۔ میں نے کہا تو پھر آپ عیسیٰؑ کو کیا سمجھتے ہیں۔ بندہ یا خدا۔ تو کہنے لگا کہ خدا۔ میں نے کہا قادر مطلق خدا۔ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اب میرے کئی سوال پیدا ہوتے ہیں (۱) جب عیسیٰؑ پیدا نہ ہوئے تھے۔ تو ان سے پہلے کی مخلوقات کس نے بنائی۔ (۲) اگر عیسیٰؑ خدا تھے تو باوجود قادر مطلق ہونے کے یہودی غالب آگئے۔ اور انکو صلیب پر دے دیا۔

(۳) جب عیسیٰؑ ۳ دن قبر میں رہے تو ان تین دن میں خدائی کا کام کون چلاتا رہا۔ کون رزق دیتا تھا کون مارتا تھا۔ کون زندہ رکھتا تھا۔ اور کیا کمی دنیا میں ہوگئی۔ اسی طرح کے چند سوال ہوئے۔ جن کا جواب کچھ نہ دیا۔ اور خاموش ہوکر مدرسہ میں آپہنچے۔ اور بات چیت کا سلسلہ بند ہوگیا۔ صبح کو کلانور چلے گئے۔

دوسرے تیسرے روز اس کے دو بیٹے آئے جو رات میرے پاس رہا کرتے تھے۔ اور دن کو گورداسپور سکول پڑھنے جایا کرتے تھے انہوں نے مجھے کہا کہ تم نے ہمارے آپا سے کوئی سوال کئے تھے۔ میں نے کہا انہوں نے خود ہی پوچھا تھا۔ تو میں نے عرض کر دئے۔ کہنے لگا کہ وہ ہم کو لکھ دو۔ میں نے میں لکھ کر نہیں دیتا۔ کیونکہ تم صاحب پاس جاؤ گے کہ منشی ایسے ایسے سوال کرتا ہے۔ پھر سکول سے نکلوا دوگے۔

آخر کہنے لگے تم نے سوال کیا تھا کہ عیسیٰؑ کے مرنے کے بعد کون سی خدائی میں کمی آگئی تھی۔ میں نے کہا ہاں کیا تھا۔ تو مجھے مثال دی جس پر مجھے بڑی حیرانی بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔ کہ عجیب جواب ہے۔

کہنے لگے ہریکین کی چمنی اونار لی جائے تو کیا اس میں کمی آجاتی ہے۔ میں نے کہا یہ آسان بات ہے۔ شام کو جلاؤ گے تو چمنی اونار کر دکھاؤنگا۔ کہ روشنی کتنی کم ہوجاتی ہے۔ اس پر خاموش رہے۔

پھر جب بندہ ۱۸۹۳ء میں ابین پور آیا۔ تو وہاں مجھے ایک طرف سے تو عیسائی میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف پٹواری اولاد حسین صاحب شیعہ کلانوری وہاں پٹواری ہوکر آگئے۔ اور انہوں نے رات سکول میں میرے پاس رہنا شروع کیا۔ اور محبت ہوگئی وہ اپنی باتیں منوائیں۔ کہ جب تک شیعہ نہ ہوگے نماز روزہ قبول نہ ہوگا۔ اور ایک طرف ایک سید صاحب جو میرے استاد کے حقیقی بھتیجے یعنی برادر زادہ تھے جو میرے ہم عمر تھے۔ وہ ایک گاؤں سے اپنے بھائی سے ناراض ہوکر چلے گئے تھے۔ اور دو سال بعد آئے تھے۔ وہ مجھے کچھ کہنے لگ گئے۔ ہر ایک کا ذکر الگ الگ آگے کرتا ہوں۔

پہلے تو پادری صاحب تھے جو دورہ پر جاڑے کے موسم میں آتے تھے۔ ایک دفعہ آئے ہوئے تھے جو رات کو گرجا کر کے خیمہ کی طرف چلے۔ بندہ لالٹین لئے ساتھ جارہا تھا۔ جب صاحب اندر چلے گئے اور میں نے لالٹین پکڑا دی۔ تو کہنے لگے۔ سکندر علی ذرا ٹھہر جا۔ اور خیمہ کے اندر آجا۔ میں چلا گیا۔ تو میم صاحب انگیٹھی تاپ رہے تھے۔ ہم تینوں انگیٹھی کے پاس بیٹھ گئے صاحب پوچھتا ہے۔ سکندر علی! میں نے سنا ہے کہ تو ہمارے ساتھ بحث کرنی چاہتا ہے۔ میں نے کہا صاحب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ بڑے افسر اور ایم۔ اے۔ اور میں پرائمری پاس بے علم۔

آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے۔ کہتے ہیں میں نے کہیں سے سنا تھا۔ میں نے سوچ سوچ کر بات سمجھ لی۔ اور میں نے کہا کہ صاحب اصل میں جنہوں نے آپ کو کہا ہے۔ وہ خود سوال کا جواب دے سکتے تھے۔ اور کہا تھا کہ ہم اس کا جواب صاحب بہادر سے پوچھ کر بتا دینگے میں نے کہا تھا کہ اچھا۔

تو صاحب نے پوچھا وہ کیا مسئلہ تھا۔ میں نے عرض کی کہ ایک دفعہ میں اور بابو ہیماں اور بابو مہتاب دین تینوں اکٹھے آرہے تھے۔ تو کہنے لگے منشی جی تم کو دس بارہ سال کا عرصہ ہم میں رہتے ہوگیا ہے۔ اور تم عیسائی نہیں ہوتے۔ میں نے کہا عیسائی کی تعریف کرو۔

انہوں نے کہا جو عیسیٰؑ کو مانے اور اس پر ایمان لائے۔ میں نے کہا میں عیسیٰؑ کو مانتا بھی ہوں۔ اور میرا ان پر ایمان بھی ہے۔ ان معنوں سے تو میں عیسائی بھی ہوں۔ تو کہنے لگے جس طرح ہم مانتے ہیں تم اس طرح نہیں مانتے۔ میں نے کہا کہ تم تو ان کو خدا جانتے اور مانتے ہو۔ یہ میں نہیں مانتا۔ میں تو ان کو پیغمبر اور رہنما یقین کرتا ہوں۔ تم مجھے اس کا خدا ہونا سمجھا دو۔ تو دونوں نے کہا ہم نہیں سمجھا سکتے۔ صاحب بہادر سمجھا دینگے۔ میں نے کہا ان سے دریافت کر آنا۔ بس صاحب یہ بات ہوئی تھی۔ انہوں نے ہی آپ کو کہا ہوگا۔

صاحب بہادر نے بڑی لمبی سانس بھر کر کہا کہ سکندر علی اس کا جواب ہمارے بڑے بڑے پادریوں کو نہیں آتا۔ پھر میں نے کہا میں کیسے مانوں۔

کہنے لگے ایک بات تم کو کہتا ہوں کہ تو خدا تعالےٰ سے یہ دعا بہت کیا کر کہ اے خدا مجھے سیدھا راستہ دکھا دے۔ میں نے کہا کہ یہ تو میں ہر روز کئی کئی بار دعا کیا کرتا ہوں۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ اب آپ کے کہنے سے اور بھی زیادہ زور دیکر دعا کیا کرونگا اور سلسلہ کلام ختم ہوا۔

جب اگلے سال پھر دورے پر آئے تو ابین پور سے چل کر ہم دونوں موضع کھیرے کو جا رہے تھے راستے میں پوچھا سکندر علی اب دل کا کیا حال ہے دعا کرتا رہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ کہنے لگے پھر کچھ پتہ لگا ہے۔ میں نے کہا وہی حال ہے جو آگے تھا۔

تو کہنے لگے اچھا یہ بتا تو روٹی کھایا کرتا ہے میں نے کہا جی ہر روز دو دفعہ۔ تو کہنے لگے اس کا حال مجھے سمجھا کہ اسکو پیٹ میں جاکر کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ جو کھانا کھاتا ہوں وہ پیٹ میں جاکر عرق اس کا الگ ہوکر جسم کی غذا بن جاتا ہے۔ اور فضلہ پاخانے کے رستے نکل جاتا ہے۔

تو کہنے لگے مجھے یہ بات سمجھا کہ اس کا عرق اور فضلہ کیسے بنتا ہے۔ میں نے کہا حضور یہ بات حکیم و طبیب و ڈاکٹر خوب جانتے ہیں۔ ان سے پوچھیں تو مجھے کہنے لگے جب اسکو سمجھا نہیں تو مان کیوں لیا۔ میں نے کہا کہ مشاہدہ بتاتا ہے۔ کہ کھانا کھائیں تو پاخانہ آتا ہے۔ نہ کھائیں تو کمزوری ہوجاتی ہے۔ اور پاخانہ نہیں آتا۔

تو کہنے لگے کہ جب تو اسکو بغیر سمجھنے کے مان لیا ہے۔ تو اسی طرح تم مسیح کی خدائی بھی مان لو۔ میں نے کہا کہ میں نے عرض کر دی ہے۔ کہ مشاہدہ ہے جو یقین دلاتا ہے۔ مسیح کی خدائی کا مشاہدہ کوئی نہیں ہے۔

پھر کہنے لگے بھلا یہ بتاؤ کہ زمین سے سورج کتنی دور ہے۔ میں نے کہا کہتے کتنے کروڑ میل دور ہے تو صاحب کہنے لگے یہ مجھے سمجھاؤ کہ پیمائش کرنے والا کس چیز پر چڑھ کر سورج کی طرف ناپتا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ سوال جغرافیہ دانوں سے کرنا چاہیئے جنہوں نے جغرافیہ لکھا ہے۔

تو کہنے لگے تو بغیر سوچے سمجھے اسکو کیوں مان لیا۔ جس طرح یہ بات بغیر سوچے سمجھے مان لی ہے۔ اسی طرح اسکو بھی مان لیں۔ میں نے کہا پادری صاحب یہ دونوں ایسی باتیں ہیں۔ کہ جن کے متعلق قیامت کو سوال ہونا ہے۔ اگر اب ہوتا۔ تو ہم حکیموں طبیبوں اور ڈاکٹروں اور جغرافیہ بنانے والوں سے خوب سمجھنے کی کوشش کرتے۔ لیکن قیامت کو یہ سوال ہوگا۔ کہ مسیح خدا کو خدا کیوں نہ مانا۔ یا کیوں مانا۔ اور حقیقی کو کیوں نہ مانا۔

آگے صاحب خاموش رہا اور ڈیرے پر پہنچ گئے۔ اور سلسلہ کلام ختم ہو گیا۔

اسی طرح اور کئی دفعہ پادریوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحم نے مجھے ان سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ لالچ بھی دیا گیا۔ کہ ۴۵ روپے تنخواہ دے دینگے۔ میں نے کہا دین روپے کی خاطر نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

(۲) اب ٹجواری صاحب کا واقعہ ایک ہی سناتا ہوں کہ ایک بڑی ضخیم کتاب مجھے دی کہ یہ تیرے لیے لایا ہوں۔ اس کو پڑھا کرو۔ اور شیعہ مذہب کی مجھے کوئی واقفی بھی نہ تھی۔ میں نے وہ کتاب لی اور کھولی تو اس صفحہ کے سرے پر جو عبارت تھی اس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا اور گالیاں وغیرہ دی ہوئی تھیں۔ جو مجھے بہت ہی بری لگیں۔ میں نے اسی وقت بند کرکے ان کو دے دی۔ کہ یہ کتاب میرے پڑھنے کے لائق نہیں ہے کیونکہ اس میں ان بزرگوں کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ جنہوں نے اپنی عمریں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاریں۔ اور بڑی بڑی قربانیاں کرکے دکھائیں۔ اگر یہ لوگ پاک اور مطہر نہ ہوئے تو بعد رسولؐ کے کس طرح کوئی نیک بن سکتا ہے۔

(۳) اب اس سید کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جس کا نام غلام حیدر شاہ اور گاؤں کے امام کا بیٹا تھا اور میری اور اسکی بڑی محبت تھی۔ اور اکٹھے ہی ان کے حقیقی چچا احمد شاہ صاحب کے پاس پڑھتے رہے تھے۔

اب یہ اپنے بھائی صفدر علی شاہ سے جو ابھی زندہ ہے۔ ناراض ہو کر باہر چلا گیا تھا۔ وہاں جاکر فقیروں میں مل گیا۔ اور ان کی بیعت کی اور دو سال ان ہی کہیں گذار کر واپس آ گئے۔ اور ان دنوں بندہ سکول پڑھا کر رات کو ہر روز گھر آ جایا کرتا تھا۔ وہ رات کو میرے پاس آ بیٹھے اور حقہ نوشی کرتے رہتے۔ کہ اس وقت بندہ حقہ پیتا تھا۔ (پیچھے حضرت اقدس مسیح موعود و مہدیٔ زماں نے حقہ چھڑا دیا) اور باتوں باتوں میں کہنے لگے اسکندر علی تمہاری کتنی عمر ہے۔ میں نے کہا شاہ صاحب تمہارے جتنی ہی ہے۔ کوئی ایک دو سال کا ہی فرق ہوگا تو کہنے لگے۔ ۳۰ یا ۳۲ سال کی ہوگی۔ میں نے کہا ہاں قریباً اتنی ہی ہے۔ تو کہنے لگا کہ اتنی عمر تک نماز روزہ پڑھتا ہی رہا ہے۔ میں نے کہا ہاں پڑھتا رہا ہوں۔ تو کہنے لگا پھر خدا نظر آ گیا۔ میں نے کہا کہ اس نے تو قیامت کو دیدار دینا ہے۔ کہنے لگا قرآن میں لکھا ہے کہ جو یہاں اندھا رہا وہ وہاں بھی اندھا ہی رہیگا۔ میں نے کہا بات تو ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے دیکھ لیا ہے تو مجھے کہا کہ میں تو ۳۰ دن میں دکھا دونگا۔ جب اس نے یہ بات کہی مجھے حسن ظنی ہو گئی۔ اور میں دل سے اس کا ہو گیا۔ کہ بڑی خوشی کی بات ہے جو خدا دکھا دے۔ اس سے بڑھ کر کون اچھا ہے

اب یہ ہوا کہ جوں جوں میں اس کے پیچھے پڑوں وہ پرے ہٹے۔ اور کہے یہ راہ بڑی کٹھن اور مشکل ہے۔ تم اس راہ پر نہیں چل سکو گے۔ لوگ تمہیں کافر کافر کہنے لگ جائینگے۔ میں نے کہا لوگ خدا سے بڑے تو نہیں۔ ہونگے تو پڑے ہوں۔ پھر کہنے لگا تیرا حقیقی چچا اللہ داد ناراض ہوگا۔ اور اور تیرے استاد جو میرے چچا ہیں وہ ناراض ہو جائینگے۔ میں نے جواب دیا خدا سے بڑے تو نہیں جب خدا کے ملنے سے ناراض ہوں تو ہوں۔ (ایک طرح سے اس نے میری یہ کافر کہلوانے والی منزل پہلے ہی حل کر دی)

اسی طرح کئی دن گزرے۔ میرا ایک امام دین بافندہ بھی دوست تھا۔ اس سے ذکر کیا کہ غلام حیدر اس طرح کہتا ہے۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔ آخر ہم نے بیعت کے لیے کہا تو خود تو بیعت نہ لی ایک اور کمبخت فقیر کی بیعت کرا دی۔

اور پھر ہم کو سبق دینے لگا۔ کہ جب مذہب کی پھانسی گلے پڑی ہے نجات نہیں ہو سکتی۔ تم اپنے آپ کو لا مذہب کہلواؤ۔ کہ ہم نہ مسلمان نہ ہندو نہ آریہ نہ سکھ کچھ بھی نہیں۔ جب نیستی میں آؤگے تب ہستی میں آؤگے۔ دیکھو دانہ پہلے زمین کے اندر گل جاتا ہے۔ تب اس کی انگوری نکلتی اور پھلتی پھولتی ہے۔ مجبوراً یہ بھی مانا۔

پھر کہے کسی لڑکی پر عاشق ہو تب مجازی عشق سے حقیقی عشق پیدا ہوگا۔ میں نے کہا یہ تو ہو نہیں سکتا میں کونسا خوبصورت ہوں۔ جو یہ معاملہ بھی طے ہو۔

پھر کہا کہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر سانس اوپر کھینچنے کی مشق کرو۔ میں نے کہا میں نے تو ہر روز چار کوس جانا اور پھر چار کوس رات کو آنا ہوتا ہے یہ کیسے کر سکتا ہوں۔ اور میرا دل مانتا ہے کہ یہ راہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر سب لوگ اسی راستے پر چلیں تو دنیا کے کاروبار بند ہو جاویں۔ یہ کام ہر ایک نہیں کر سکتا۔ اور خدا تو سب کا ہے۔ سب کو اسکو حاصل کرنا چاہیئے۔ اسی کشمکش میں کئی ماہ گزر گئے

اور نماز کے متعلق کہنے لگے کہ کس کی پڑھتے ہو میں نے کہا خدا کی۔ تو کہنے لگا بالکل غلط ہے۔ یہ نماز لوگوں کی نماز ہے۔ دکھلاوے کی نماز ہے۔ اگر خدا کی نماز پڑھنی ہے۔ تو لکھا ہے کہ پچھلی کوٹھڑی جا اور نماز پڑھ جہاں سوائے خدا کے کوئی نہیں دیکھتا میں نے کہا وہ تہجد کی نماز جو ہے۔ کہنے لگا بس وہی نماز ہے۔ اسکو پڑھا کرو۔ باقی دکھلاوے کی نمازیں ہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو جماعت کے ساتھ پانچوں وقت نماز پڑھاتے تھے اور اسی کی تاکید امت کو فرما گئے ہیں۔ کوئی معقول جواب نہ دیا۔ اسی طرح قریباً ایک سال اسکے ساتھ ضائع کیا۔ قدرتاً دوپہر کے وقت اسکے گھر آگ لگ گئی۔ اور گھر کا سارا اسباب باپ دادا کا جمع کیا ہوا جل گیا۔ اور کنگال ہو کر بیٹھ گیا۔

ایک دن بندہ اس کے پاس گھر گیا۔ اور اسکو کہا کہ تو نے میرا سال ضائع کر دیا اور خدا دکھانے کی بجائے اگلی نیکیاں بھی برباد کرائیں۔ اور ناحق جھوٹا وعدہ دیکر مجھے خراب کیا۔ اب مجھے خدا دکھاؤ۔ یا کہو میں نے جھوٹ بولا تھا۔

آخر مجھے یہ بتایا کہ تیرا نام کیا ہے۔ میں نے کہا تم نہیں جانتے۔ کہنے لگا جانتا ہوں مگر بول کر بتاؤ۔ میں نے کہا سکندر علی۔ اس نے میرے سارے اعضا بدن کے پوچھے میں بتاتا گیا کہ یہ سر ہے یہ ہاتھ پاؤں وغیرہ ہیں۔ تو کہنے لگا سکندر علی کس کا نام ہے۔ میں نے کہا اس سارے مجموعے کا۔ کہنے لگا اسی طرح اگر کلانور کی طرف سے یا کسی جگہ سے آکر کوئی پوچھے کہ تکھن کلاں کہاں ہے۔ تو لوگ بتا دینگے کہ وہ سامنے گاؤں نظر آتا ہے۔ اب گاؤں میں داخل ہو کر پوچھے کسی مکان یا گھر کو تو لوگ کہینگے یہ فلاں کا مکان ہے یا حویلی ہے۔ یا مسجد ہے۔ اسی طرح پوچھتا آگے نکل جائے۔ اور کہے بھائی تکھن کلاں کونسا ہے۔ لوگ کہینگے میاں یہ سارے مکان جو ہیں یہی تکھن کلاں ہے۔ تو جس طرح سارے مجموعے کا نام تکھن کلاں ہے اسی طرح یہ آسمان زمین درخت چارپائے انسان سورج چاند یہ سارا مجموعہ زمین آسمان کا جو ہے اسی کا نام خدا ہے۔ یعنی خود آپ کا مخفف ہے۔ خیر میں نے اسکی سن لی اور اٹھ کر چلا آیا۔ اور اپنے آپ افسوس کرتا رہا۔

اور وہ اس کے بعد اپنے دروازے پر یہ لکھکر (کہ آج میرے پاس یسوع مسیح آیا اور اس نے کہا اٹھ میں تیرے قریب آیا ہوں۔ بپتسمہ لے اور پھر تو بپتسمہ دینے والا ہو جائیگا) قریب کے گاؤں اوگرو کھیڑا میں چلا گیا۔ جہاں پادری گاڈن صاحب کا ڈیرا تھا اور وہ عیسائی ہو کر پھر جہلم کو بھیجا گیا۔ پھر آکر منشی غلام صاحب کے ساتھ مباہلہ کرکے مر گیا۔ اور بندہ نے توبہ کر لی۔

میرے دل میں ایک مسئلہ دیر سے چلا آتا تھا۔ جس کا حل ہونا مشکل نظر آتا تھا۔ وہ یہ کہ کہتے ہیں توریت و انجیل بھی قرآن کریم کی طرح خدا کا کلام ہے۔ لیکن انجیل والے کہتے ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام صلیب پر فوت ہو گئے پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ اور مسلمان کہتے ہیں کہ ان کی جگہ ایک آدمی سولی دیا گیا اور وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ یہ دونوں باتیں ملتی نہیں۔ ایک تو ضرور جھوٹ ہے۔ پھر میں نے اپنے استاد سے جو گاؤں کے امام بھی تھے پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تو نے عیسائی ہونا ہے۔ تجھے ان سے کیا۔ جو مسلمان کہتے ہیں وہ صحیح جانو۔ مگر اس جواب سے تسلی نہ ہوئی۔ اور دل ہی دل میں اسکو سوچتا رہا۔

ایک دفعہ بندہ گورداسپور گیا۔ تو ایک اشتہار پڑھا جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا تھا کہ مسیح جو آنے والا تھا وہ آ گیا ہے۔ اور وہ میں ہوں۔ جس کے کان سننے کے ہیں سنے۔ اور جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہیں وہ دیکھے۔ یہ مضمون اس اشتہار کا تھا۔ پڑھ کر حیرانی سی ہوئی کہ وہ تو آسمان سے آئیں گے۔ یہ کیسے مسیح بن گئے۔ اس پر غور نہ کیا اور چپ رہا۔

پھر ایک دفعہ میں گورداسپور تنخواہ لینے گیا۔ تو سُنا کہ آج مرزا صاحب قادیانی عدالت میں آئے ہوئے ہیں اور ہجوم بہت ہے۔ اس لئے حاکم کچہری باہر کر رہا ہے۔ تا کہ لوگ ان کو دیکھ لیں۔ بندہ سن کر بھاگا اور ایک منشی غلام محمدؐ بھائی اور ایک میماں عیسائی مناد تینوں دوڑے گئے۔ جب ضلع میں گئے تو کچہری برخواست ہو چکی تھی۔ حیران ہوئے کہ اب کہاں تلاش کریں۔ اتنے میں ایک شخص ملا اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ علی احمد وکیل کی کوٹھی میں ہیں۔ وہاں جاؤ۔ وہ ہم کو لیکر وہاں پہنچا۔ حضرت اقدس مسیح موعود برآمدہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ لوگوں میں سے ہو کر آگے نکل گیا۔

اس وقت حضرت صاحب یہ ذکر کر رہے تھے کہ جس طرح عیسیٰ مسیحؑ حاکم پلاطوس کے سامنے عدالت میں پیش ہوئے اور ان کے ساتھ دو چور تھے اور حاکم نے کہا میں تم میں کوئی قصور یا جرم نہیں پاتا۔ تم بے گناہ ہو۔ اسی طرح آج میں ڈپٹی کمشنر ڈگلس صاحب بہادر کے پیش ہوا۔ اور میرے ساتھ بھی ایک چور پیش ہوا۔ اور حاکم نے مجھے بھی کہا کہ تم بری ہو میں تم میں کوئی جرم نہیں پاتا۔ گویا یہ مشابہت اپنی مسیح کے ساتھ بیان کی۔

بندہ کی خواہش تھی کہ میں اُس اشتہار والی بات خود ان سے پوچھوں۔ مگر اندر حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول رضہ بیٹھے تھے۔ میں نے پوچھا تو لوگوں نے ان کا نام بتایا۔ میں ان کے پاس جا بیٹھا۔ اور پوچھا کہ مرزا صاحب نے سچ مچ مسیح کا دعویٰ کیا ہوا ہے کہنے لگے ہاں سچ ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے کتاب عنایت فرماویں۔ تو میں پڑھ کر سمجھوں۔ تو فرمانے لگے کہ کتابیں یہاں ساتھ نہیں لائے قادیان آ کر لے لینا پھر بندہ اٹھ کر حضرت مرزا صاحب کے پاس جا بیٹھا۔ اور دل میں یہ خواہش تھی کہ ان سے کوئی بات کروں۔ تو لوگوں کو بتاؤں گا۔ کہ میں مرزا صاحب کے ساتھ باتیں کر کے آیا ہوں۔

میں نے عرض کی کہ حضور ایک اشتہار پڑھا جس میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ اشتہار آپ کا ہے؟ اور آپ نے سچ مچ دعویٰ کیا ہے کہ میں مسیح ہوں؟ فرمانے لگے ہاں۔ میں نے عرض کی کہ حضور قرآن شریف و حدیث کے رُو سے یا کسی اور طرح؟ فرمایا قرآن و حدیث کے مطابق۔ میں نے پھر عرض کی کہ حضور وہ آیتیں اور حدیثیں مجھے بھی بتا دی جائیں۔ تاکہ میں رہ نہ جاؤں۔ تو فرمانے لگے یہ سیر حوصلے کا خیر ہے۔ یہ سمجھنے کی باتیں ہیں قادیان آجانا۔ سمجھایا بھی جائیگا اور کتابیں بھی مل جائینگی اور میرا پتہ اور نام اور پیشہ پوچھا۔ میں نے بتایا کہ مشن میں ملازم ہوں۔ کلانور کے پاس میرا گاؤں ہے۔ تو فرمایا کہ کلانور میں مرزا نیاز بیگ یا کچھ ایسا نام بتایا کہ وہاں ان کو ملنا۔ وہ تم کو سمجھا دینگے اور کوئی کتاب بھی دینگے۔ لیکن گورداسپور سے آتے ہی وہ نام بھول گیا۔ کئی دفعہ کلانور جاتا لیکن پوچھتا تو کیا پوچھتا۔ نام یاد نہ رہا۔ افسوس سے چلا آتا۔ پھر کچھ زمانہ گزر گیا۔

اور پھر مجھے ایک رسالہ انوار الاسلام جو سیالکوٹ سے نکلتا تھا۔ کہیں سے مل گیا۔ تو اس میں دوسرے مذہب والوں کو جواب دئے ہوئے تھے۔ میں اس کا خریدار ہو گیا۔

ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد ایک جنگل میں خدا تعالےٰ کے حضور رویا اور دعا کی۔ اے اللہ تعالیٰ میں بہت ہی اندھیرے میں پڑا ہوں۔ دل میں کوئی تسلی نہیں کہ کس مذہب کس فرقے میں شامل ہوں۔ نہ اتنا علم ہے نہ کتابیں پاس ہیں نہ کوئی ایسا عالم ہی ملا ہے۔ جس سے پوچھ کر تسلی ہو۔ تو مہربانی کر کے مجھے اتنی عمر دے کہ میں امام مہدی کے آنے تک زندہ رہوں کیونکہ وہ تو تیری طرف سے آئے ہوں گے۔ جو کچھ بتائینگے وہ صحیح ہوگا۔ اگر ان کے آنے میں دیر ہے۔ اور میری اتنی عمر نہیں تو قیامت کو مجھے بخش دینا۔ پکڑ نہ کرنی کہ فلاں مذہب یا فرقہ میں کیوں شامل نہ ہوا۔

یہ دعا قبول ہو گئی۔ اور چند دنوں کے بعد میرے احمدی ہونے کے اسباب پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ ایک تو یہ باعث ہوا۔ کہ ایک شخص جس کا بھائی میرے پاس پڑھا کرتا تھا وہ بٹالہ سے آتے ہوئے دھرم کوٹ بگہ آئے تو سڑک پر پل پر کھڑے ایک مولوی صاحب ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔ وہ اسکو پسند آگئی۔ اور لا کر خرید لی۔ مگر تھا اَن پڑھ۔ اس نے وہ کتاب مجھے دی۔ کہ یہ مجھے اچھی لگی تھی۔ میں خرید لایا ہوں۔ آپ سنائیں۔

میں نے وہ دیکھی۔ تو وہ مولوی فتح دین دھرمکوٹی کی لکھی ہوئی تھی۔ جس کا نام بھی اپنے نام پر رکھا ہوا تھا۔ رسالہ فتح الدین یا وفات مسیح۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ تو عیسیٰؑ والا مسئلہ جو شروع سے میرے دل میں کھٹکتا تھا حل ہو گیا۔ اور یقین ہو گیا۔ کہ عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہوئے ہیں زندہ بالکل نہیں۔

اسی عرصہ میں منشی غلام محمد صاحب جو میرے دوست اور وہ مدرس مشن تھے ایک رسالہ رازِ حقیقت تصنیف حضرت صاحب کہیں سے لے آئے۔ اور مجھے آکر بتایا کہ ایک کتاب مرزا صاحب کی ملی ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہوئے ہیں۔ زندہ آسمان پر نہیں ہیں۔

میں نے ان کو کہا۔ کہ مجھے بھی ایک کتاب ملی ہے جس سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔ میں نے وہ ان کو دے دی۔ اور میں نے ان سے وہ لے لی۔ اور پڑھ کر عیسیٰؑ کی فوتیدگی پر پورا پورا یقین ہو گیا۔

پھر رسالہ انوار الاسلام میں ایک اشتہار نکلا کہ ایک کتاب ہمارے پاس ایسی ہے۔ جس کی قیمت پہلے سو روپیہ پھر پچاس روپیہ پھر پچیس روپیہ تھی۔ اور میں اب تین روپے کو فروخت کرتا ہوں۔ جس میں ہر ایک مذہب والوں کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔

میں نے ان کو لکھا۔ کہ وہ کتاب مجھے فوراً وی پی کر کے بھیجدو۔ انہوں نے وی۔ پی کر کے بھیجدی مگر بے جلد چار جلدیں اور نامکمل تھیں۔ میں نے ان کو لکھا۔ کہ کتاب تو آگئی ہے۔ مگر اس پر تمت نہیں لکھا ہوا۔ کچھ جز بہ غلطی سے رہ گئی ہونگی۔ وہ بھیج دو۔ انہوں نے لکھا کہ چھپی ہی اتنی ہے۔

خیر منشی غلام محمد صاحب سے جلد بندھوائی اور غور سے پڑھا۔ تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی تصنیف براہین احمدیہ نام کی تھی۔ پڑھنی شروع کی۔ بہت لطف آتا گیا۔ مگر سلسلہ کا کوئی پتہ نہ لگا کہ وہاں بیعت بھی ہوتی ہے۔ یا ان کا مرید ہونا چاہیے۔ یا نہ۔

ایک دن دوپہر کے وقت کئی مسافر سڑک پر جا رہے تھے۔ جو گورداسپور سے کلانور کو جاتی ہے۔ اس کے کنارے اعین پور گاؤں میں برلب سڑک مدرسہ تھا۔ وہ مسافر دھوپ کے مارے اندر آ گئے۔ چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اس پر کتاب براہین احمدیہ پڑی تھی۔ اٹھا کر پڑھنے لگ گئے۔ مجھے پوچھنے لگے آپ احمدی ہیں۔ میں نے یہ لفظ کبھی سنا نہیں تھا۔ میں نے کہا پتہ نہیں احمدی کون ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ مرزائی ہیں۔ میں نے کہا یہ نام بھی ابھی سنا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں مرزائی کون ہوتے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے۔ آپ قادیان والے مرزا صاحب کے مرید ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ تو وہ حیران سے ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ مسیح و امام مہدی ہیں۔ ان کی بیعت ضروری ہے۔ اگر تمہارے پاس بائیبل ہے۔ تو میں اس میں سے ثبوت دکھا دونگا۔

میں نے بائیبل دی تو انہوں نے دانیل کا بارھواں باب پڑھ کر میکائیل کی پیشگوئی خوب سمجھائی۔ جو مجھے خوب سمجھ آگئی۔ انہوں نے اپنا گاؤں ادجلہ بتایا اور نام عبد المجید۔ گورداسپور میں ملازم تھے۔ میں نے کہا واپس آؤ تو مل کر جانا۔ یونہی نہ چلے جانا۔ تیسرے دن کا وعدہ کر گئے۔

اس دن میں ایک پادری کو بلا لیا تھا۔ تاکہ وہ بھی سُن لے۔ وہ آ گئے۔ اور میں نے کہا کہ آپ نے جو دانیل کا بارھواں باب سنایا تھا ایک دفعہ پھر سنا دیں۔ تاکہ مجھے یاد ہو جائے۔ انہوں نے پھر سمجھایا۔ لیکن پادری بولا تک نہیں۔ ان کے ساتھ میں نے وعدہ کیا۔ کہ اتوار کو ضرور قادیان آ جاؤنگا۔ اور وہ کہہ گئے کہ ایک کتاب عسل مصفیٰ ابھی نکلی ہے۔ وہ ضرور لے آنا۔ اس میں سب مسائل درج ہیں۔

پھر اتوار کو میں اور منشی غلام محمدؐ صاحب ایک اور آدمی تینوں قادیان آئے۔ اور ۳۰ مارچ ۱۹۰۲ء کو بعد نماز مغرب بیعت کی۔ اور جاتے وقت حضرت صاحب نے حکیم فضل الدین صاحب کو فرمایا ان کو کچھ کتابیں اور اشتہار دیدو۔ انہوں نے چند کتابیں و اشتہار دے دئے۔ اور عسل مصفیٰ بھی انہوں نے دے دی۔ اور قیمت ادھار کر لی۔

اس طرح ہم دونوں بیعت کر کے واپس گئے۔ اور گاؤں میں مخالفت شروع ہو گئی۔ ایک دن ایک مدرس اور ایک دیہی شیعہ پٹواری کہنے لگے۔ تمہیں پتہ بھی ہے۔ مرزا صاحب تو نبی بنتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ جس مسیح کو تم مانتے ہو کہ آوے گا۔ تم اسکو نبی مانتے ہو یا نہیں۔ کہنے لگے وہ تو نبی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر وہ نبی ہے۔ تو یہ وہی ہیں۔ جو آنا تھا۔ تو پھر یہ نبی کیوں نہ ہوں۔ ضرور نبی ہیں۔ توبہ توبہ کرنے لگ گئے۔ اور لوگوں کو کہہ دیا۔

کہ اس کے ساتھ کوئی حقہ وغیرہ نہ پیئو۔ میں نے کہا مجھے خوشی ہے۔ نہ پیئو۔

ایک دفعہ پھر میں اور منشی غلام محمد صاحب قادیان آئے۔ عصر کی نماز کے بعد ہم واپس جانے لگے تو حضرت صاحب نے کھڑکی کے اندر جاکر ہماری طرف رخ کرکے فرمایا جو لوگ بیعت کرکے جلدی جلدی قادیان نہیں آتے۔ یا یہاں آکر نہیں رہتے۔ ہمیں ان کے ایمان کا خطرہ ہی رہتا ہے۔ اور دروازہ بند کردیا۔

بندہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم جو مصلے پر بیٹھے تھے۔ ان کے پاس آبیٹھا اور عرض کی حضرت صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے اور ہمیں بڑا فکر لگ گیا ہے۔ فرمانے لگے کیوں۔ میں نے کہا۔ ہم نہ جلدی جلدی آسکتے ہیں نہ یہاں رہ سکتے ہیں۔ کہنے لگے کیوں۔ میں نے کہا حضور مشن میں ملازم ہوں۔ کبھی چھٹی آئے تو آسکتے ہیں۔ اور وہاں نوکری کر رہا ہوں۔ جس سے بال بچوں کا گذارہ چلتا ہے۔ اور یہاں آکر کیا کرونگا بیوی اور بچے بھوکے رہینگے۔

اس پر مولوی صاحب کو خوب جوش آگیا اور کہا۔ سکندر علی تیرے ایمان کا تو اب پتہ لگا ہے۔ تو نے تو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب سمجھا ہی نہیں۔ اپنی نوکری پر بھروسہ ہے۔ اور تو نے خدا تعالےٰ پر بڑی بدظنی کی ہے۔ میں حیران ہو گیا۔ اور کہا حضور کیسے۔ مجھے سمجھاویں۔

تو فرمایا دیکھ تو تو اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کی نیت سے مسیح کے قدموں میں آگر گرے اور اللہ تعالےٰ تجھے اور تیرے بال بچے کو بھوکا مارے گا۔ وہ رب جو ہے خود سامان پیدا کر دے گا۔

پھر ہم دونوں قادیان سے چل پڑے اور راستے میں دعا کرتے گئے۔ کہ یا الٰہی ہمارے قادیان میں رہنے کا سامان پیدا کردے۔ ہم یہاں ہی آجاویں۔ اللہ تعالےٰ نے دعا قبول کرلی اور سامان ہونا شروع ہوا۔

پادری نے ہم کو کہا یا تو قادیان جانا چھوڑ دو۔ اور بیعت چھوڑ دو۔ یا نوکری چھوڑ دو۔ ہم نے کہا نوکری چھوڑ دینگے۔ ہم نے تمہارے پاس دین نہیں بیچا ہوا۔ وقت بیچا ہوا ہے۔ آخر چھ ماہ کے بعد نے سکول سے علیحدہ کر دیا۔ اور ہم نے کہا ہم کو چٹھی دے دو جس جرم کی وجہ سے ہمیں نکالا گیا ہے۔ انہوں نے لکھ دیا۔ کہ کام تو اچھا کرتے رہے ہیں۔ لیکن قادیانی ہونے کی وجہ سے ہم ان کو علیحدہ کرتے ہیں۔ وہ چٹھی حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ہم سے اخبار میں چھاپنے کے لئے لے لی تھی۔

ایک دفعہ حضرت اقدس کرم الدین کے مقدمہ میں گورداسپور مقیم تھے۔ بندہ بھی وہیں تھا کیونکہ ملازمت سے تو علیحدہ ہو گیا تھا۔

رات کے وقت حضور نے فرمایا۔ گرمی بہت ہے۔ چارپائی چھت پر بچھادو۔ جب چارپائی چھت پر بچھائی گئی۔ جب حضور اوپر کی سیڑھی پر پہنچے تو دیکھا کہ چھت کی منڈیر نہیں ہے۔ تو وہاں سے ہی نیچے اتر گئے۔ کہ بغیر منڈیر کے چھت پر ہم نہیں سو سکتے۔ اور کمرے کے اندر چارپائی بچھائی اور ساری رات پنکھا کرا کر رات گذاری۔

اگلی صبح کو حضور اندر تشریف رکھتے تھے۔ بندہ پاؤں دبا رہا تھا۔ اس وقت میں نے عرض کی۔ کہ حضور جب سے بیعت کی ہے۔ بہت سی تکالیف کا سامنا ہو گیا۔ ملازمت الگ چھوٹ گئی۔ اور برادری سب ناراض ہے۔ بلکہ بیوی بھی سخت ناراض ہے۔ حکم ہو تو میں قادیان ہی جا رہوں۔ حضور نے فرمایا جب کپڑا صاف کرنا ہو تو میل دور کرنے کے لئے کیا کچھ اسکو کرنا پڑتا ہے۔ تب جاکر صاف ہوتا ہے۔ صبر رکھو جب خدا چاہیگا قادیان آجانا۔

جب نوکری چھوٹنے والی تھی۔ مجھے خواب آئی۔ کہ میرے مکان کا دالان گر پڑا ہے۔ میں تو دوڑ کر نکل آیا۔ بیوی نیچے آگئی۔ پھر میں نے خیال کیا کہ جاکر دیکھوں۔ کیا حال ہے۔ شہتیر کا ایک سرا اوپر دیوار پر ہے۔ اور وہ اس کے نیچے دیوار کے ساتھ بیٹھی ہے۔ میں نے پوچھا چوٹ تو نہیں آئی۔ کہنے لگی نہیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی اسکو باہر نکالا اور مکان کے شمال کی طرف دیکھا تو پختہ اینٹوں کا مکان بنا ہوا ہے۔ جو میری ہی جگہ میں ہے۔ تو بہت خوش ہوا۔ کہ کچا مکان گر گیا اور پختہ خدا نے دے دیا ہے۔ جس کی تعبیر دل میں یہ آئی کہ یہ کچی نوکری ٹوٹ جائیگی۔ اور پختہ نوکری اللہ تعالےٰ دے دیگا۔ جو بعینہ پوری ہو گئی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

جب بندہ بیعت کرکے گیا۔ تو ایک سید نے ایک مسئلہ میرے پیش کیا۔ کہ امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھنا چاہیئے۔ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور کارڈ لکھ کر بھیجا کہ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ تو جواب گیا کہ الحمد ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی میں نے اسکو کہا کہ لو فیصلہ ہو گیا۔ جو حکم وعدل نے فیصلہ کر دیا وہ صحیح ہے۔ ہمارا تو اسی پر عمل رہیگا۔ تم جو چاہو کرو۔

پھر وہ سید صفدر علی شاہ جو امام مسجد تھا ایک دن قلمی کتاب لایا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ جب امام مہدی تشریف لاوینگے تو مدینہ منورہ جاوینگے۔ اور دریافت کرینگے کہ یہ دو قبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کس کی ہیں لوگ بتائینگے کہ ابوبکر صدیق اور عمر خطاب کی ہیں۔ تو امام مہدی کو ازحد غصہ آجائیگا۔ اور دونوں قبریں اکھاڑ دیگا۔ اور لاشوں کو باہر نکال کر درّے مارے گا۔ اور درختوں کے ساتھ الٹا کرکے لٹکا دیگا۔

مجھے یہ بیان پڑھ کر حیرانی ہوئی۔ کہ اتنا جھوٹ اس کتاب میں کسی نے کیونکر لکھ مارا۔ اس سید کو میں نے کہا۔ کہ تمہاری اس کتاب کے پڑھنے سے میرا ایمان تازہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ سنا ہوا ہے۔ کہ عادل اور نیک لوگوں کی لاشیں ثابت رہتی ہے۔ اسکو مٹی نہیں کھاتی اور تمہاری کتاب سے ثابت ہو گیا ہے۔ ابوبکر صدیق و عمر خطاب کی لاشیں ثابت کی ثابت نکلینگی۔ تو ثابت ہو گیا کہ وہ دونوں بزرگ عادل اور نیک تھے۔ اور وہ کوئی فرضی مہدی انکو مارنے والا ہی جھوٹا اور گنہگار ہوگا۔

اسی طرح ایک اور سید پیر تھا۔ وہ ہمارے گاؤں میں اپنے مرید کے ہاں ٹھیرا ہوا تھا عصر کی نماز کے وقت میں نے اور اس نے نماز عصر پڑھی۔ مجھے کہنے لگا۔ تم لوگ قرآن کو نہیں مانتے۔ میں نے کہا کیسے۔ اس نے کہا قرآن میں لکھا ہے۔ کہ وضو کے وقت پاؤں کا مسح کرو اور تم لوگ الٹ کرتے ہو۔ کہ دھوتے ہو۔ یہ قرآن کی نافرمانی ہے۔ میں نے قرآن نکال کر ترجمہ بتایا کہ دیکھو دھونا لکھا ہے۔ لفظی ترجمہ تو مجھے اس وقت آتا نہ تھا۔ اس نے کہا کہ دھونا کس لفظ کے معنے ہیں۔ کہنے لگا۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو۔ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو دھو لو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مسح کرو سر کا اور پاؤں کا۔ اوپر فاغسلوا لکھا ہے۔ جس کے معنے دھونے کے ہیں۔

اور دوسرے میں وامسحوا لکھا ہے۔ یعنی مسح کر لو۔ اس میں دھونا غلط لکھا ہے۔

دوسری دلیل اس نے دی کہ جن اعضا کا وضو میں دھونا فرض کیا ہے۔ تیمم میں اس کا مسح لکھا ہے۔ اور جس اعضا کا وضو میں مسح تھا تیمم میں اسکو چھوڑ دیا ہے۔ جیسے سر کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح پاؤں چھوڑے جاتے ہیں۔

میں اس دلیل سے عاجز رہ گیا۔ اور دل میں شک ضرور پڑ گیا۔ مگر پاؤں کو دھوتا ہی رہا۔

پھر میں احمدی ہو کر حضرت مسیح موعود کے پاؤں دبا رہا تھا۔ جو یہ مسئلہ مجھے یاد آگیا۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ حضور ایک سید پیر نے مجھے یہ شک ڈال دیا ہوا ہے۔

حضورؑ نے میری ایسی تسلی کر دی کہ ذرہ شک وشبہ نہ رہا۔ فرمانے لگے۔ اس نے جو یہ قاعدہ بتایا ہے۔ کہ جن اعضا کا وضو میں دھونا لکھا۔ ان کا تیمم میں مسح ہے۔ اور جن کا مسح لکھا ہے ان کو تیمم میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔

کیونکہ ایک جنبی آدمی کو سارا بدن دھونا فرض ہے۔ لیکن جب وہ تیمم کریگا۔ تو وہ بھی ہاتھ اور منہ ہی کا مسح کریگا۔ باقی بدن چھوڑا گیا۔ حالانکہ سارا بدن دھونا فرض تھا۔ تو جس طرح تیمم میں بدن چھوڑا گیا ہے۔ اسی طرح تیمم میں پاؤں چھوڑے گئے ہیں۔

حقہ پینا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے اس طرح چھڑایا۔ کہ ایک دن بسراواں کی طرف سیر کو جا رہے تھے۔ بندہ بھی پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ اور حضور نے یہ ذکر شروع کیا۔ کہ جو لوگ چھوٹی سی چیز کو ترک نہیں کرسکتے جس کے ترک کرنے سے نہ کچھ نقصان ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی ناراض ہوتا ہے۔ اس کو اگر ایسی چیز چھوڑنے کے لئے کہی جائے کہ جس کے چھوڑنے سے مائی باپ بھائی برادری دوست یار سب ناراض ہو جائیں تو وہ اسکو کب چھوڑ سکتا ہے۔ اور کیا ترقی کرسکتا ہے۔ مثلاً حقہ والا حقہ چھوڑ دے۔ تو کوئی ناراض نہیں ہوتا۔

اسی طرح افیم پوست وغیرہ کو چھوڑنے والے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا۔ لیکن جو اسکو یہ چیز چھوڑنی بڑی مشکل نظر آتی ہے۔ تو ایسے کو اگر یہ کہا جائے کہ تمہارا مذہب غلط ہے۔ اسکو چھوڑ دو۔ تو اس کے ماں باپ بھائی برادری دوست یار سب ناراض ہو جاتے ہیں۔

بس اس نقطہ کو سمجھ کر میں نے اس وقت حقہ پینے سے توبہ کر لی۔ اور آج تک اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اس پر قائم رکھا۔

مارچ ۱۹۰۲ء میں میں نے بیعت کی اور یکم جنوری ۱۹۰۷ء میں بندہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ملازم ہو گیا۔ اور ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء میں بندہ ہجرت کر کے تلمن وال کلاں سے یہاں آگیا۔ لیکن ایک غلطی یا کسی گناہ کے سبب بجائے قادیان رہائش رکھنے کے موضع بھینی بانگر متصل قادیان میں رہ پڑا۔ اور وجہ یہ تھی۔ کہ اس وقت بندہ کو مبلغ چھ روپے تنخواہ ملتی تھی۔ اور دل میں سمجھا کہ قادیان میں رہنے سے مکان کرایہ کا۔ خاکروب۔ ماشکی۔ دھوبی وغیرہ کو چھ روپے میں سے دیکر باقی میں گزارہ مشکل ہوگا۔ اس خیال نے بندہ کو بھینی بانگر میں رہایش رکھنے پر مجبور کر دیا۔

ایک دفعہ بندہ کو ایام جلسہ میں طاعون ہو گئی اور اس وقت یہاں نہ ارد گرد کہیں طاعون تھا ۲۲ یوم بیمار رہا۔ ان دنوں میں حضرت نانا جان حضرت میر صاحب نے مجھے پیغام بھیجا کہ اگر ہجرت کر کے آیا تھا۔ تو بھینی میں کیوں جا رہا۔ قادیان میں کیوں رہائش اختیار نہ کی۔ تندرست ہونے پر میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضور بعض دوست مشورہ دیتے ہیں کہ تو ہجرت کر کے آیا۔ تو بھینی میں کیوں رہا۔ یہاں آجانا چاہئے۔ حضرت نے سید محمد سرور شاہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ یہ کوئی بات نہیں بعض اصحابہ مدینہ منورہ سے تین چار کوس کے فاصلہ پر رہا کرتے تھے۔ اور یہ تو وقت جلدی آنیوالا ہے کہ کوئی نہیں کہیگا۔ کہ کھارا کوئی گاؤں ہے۔ بلکہ محلہ قادیان ہوگا۔ اور کوئی نہ کہیگا۔ کہ بھینی کوئی گاؤں ہے۔ بلکہ بھینی محلہ قادیان ہوگا۔ اور اسی طرح ننگل باغباناں کے متعلق فرمایا۔ کہ کوئی نہ کہے گا۔ کہ ننگل کوئی گاؤں ہے۔ بلکہ یہ ہوگا کہ ننگل محلہ قادیان ہوگا۔

پھر بندہ نے رہائش یہاں ہی رکھی۔ ورنہ قادیان چلے آنا تھا۔ بندہ جنوری ۱۹۰۷ء سے ۱۹۲۸ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں ملازم رہا۔ پھر ریٹائر ہو گیا۔ اور ۵ روپے ماہوار پنشن ہو گئی جو اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ اور اب تک بندہ بھینی بانگر محلہ قادیان میں آباد ہے۔

ذکر یہ کہ بندہ کا حقیقی چچا مسمی اللہ داد نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ بہت عرصہ تک ملازم رہا تھا۔ جبکہ بندہ پڑھا کرتا تھا۔ اس زمانہ سے میں ان کی زبانی سنا کرتا تھا۔ کہ اگر دنیا میں کوئی سید ہے تو وہ میر ناصر نواب صاحب ہیں۔ کیونکہ اگر سخی ہیں تو وہ۔ بہادر ہیں تو وہ۔ با اخلاق ہیں تو وہ۔

یہ باتیں مجھے یاد نہیں۔ بیعت کے بعد بندہ نے ان کو کہا کہ تم جو یہ باتیں میر صاحب کے متعلق کہا کرتے تھے۔ تو اب وہ تو قادیان میں دھونی رما بیٹھے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے گرویدہ ہو چکے ہیں۔ تو ایسے نیک انسان نے مان لیا ہے۔ تو تم بھی مان لو۔ تو پھر مجھے جواب دیا کہ اگر وہ سید ہوتے تو مغل کی بیعت کیوں کرتے میں نے کہا تمہاری کس بات کو جھوٹا سمجھیں اور کس کو سچا!۔ مگر بہرحال یہی باتیں سچ تھیں۔ کیونکہ اس وقت آپ کے دل میں تعصب نہ تھا۔ اور اب یہ تعصب کی وجہ سے کہہ رہے ہو۔ پھر وہ ذلیل ہو کر فوت ہوا۔ مگر مانا نہ تھا۔ فقط

خاکسار سکندر علی بقلم خود ماہر۔ موضع بھینی بانگر
محلہ قادیان ۱۵/۸/۳۵ء

متفرقات

ماسٹر اللہ داد صاحب کے متعلق اخبار احسان کی دروغگوئی

احراری اخبارات نے احمدیت کے مقابل میں آکر اپنے ایمان کا تو دیوالہ ہی نکال دیا ہے خدا کی قدرت ہے۔ کبھی بھی ان لوگوں کے منہ سے سچی بات نہیں نکلی۔ اور اللہ تعالےٰ نے لعنت اللہ علی الکاذبین کا وعید نازل کرنے کے لئے سچ کی توفیق ہی ان سے چھین لی ہے۔ ان کے ان جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ وہ بھی ہے۔ جو احراری اخبارات نے ماسٹر اللہ داد صاحب ہیڈ مدرس ڈی۔ بی پرائمری سکول کے متعلق اپنے اخبارات میں شائع کیا ہے۔

چنانچہ احسان نے ۱۹ اکتوبر کی اشاعت میں لکھا ہے کہ ماسٹر صاحب کے آنے سے مدرسہ کے طلباء کی تعداد میں کمی آگئی ہے۔ نیز ماسٹر صاحب طلباء کو احمدی بنانے کے لئے تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔

قادیان کا ہر شخص جسکے اندر ایک ذرا بھی ایمان ہوگا۔ وہ اس امر کا اعتراف کریگا۔ کہ ماسٹر صاحب کے قادیان آنے سے قبل سکول کی حالت اس قدر نازک ہو گئی تھی کہ لوگوں میں یہ چرچہ ہو چکا تھا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ اس سکول کو اب رکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو یہ بھی تجویز ہوا تھا کہ یہ مدرسہ سمال ٹون کمیٹی قادیان کو دیدیا جائے۔ مگر سمال ٹون نے بھی اس مدرسہ کا بوجھ اپنے اوپر لینا مناسب خیال نہ کیا۔

ہم روزانہ دیکھتے تھے کہ مدرسہ کی بدحالی کی وجہ سے مدرسہ کئی کئی روز بند رہتا تھا۔ اور اس امر کا ریکارڈ ڈسٹرکٹ بورڈ اور افسران تعلیم کے پاس موجود ہے مدرسہ کی اس حالت سے تنگ آکر افسران تعلیم نے ماسٹر اللہ داد صاحب کو یہاں بھیجا۔ جنہوں نے اپنی قابلیت اور حسن سلوک سے پھر لڑکے حاصل کئے اور ایک ٹوٹے مدرسے کو از سر نو چلا کر دکھا دیا۔ اور طلباء کی تعداد کو ۹۰ تک پہنچا دیا۔

احراری جو ایک احمدی مدرس کی کامیابی کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے اس مدرسہ کو ناکام بنانے کے لئے ایک چھوٹا سا مدرسہ خود قائم کیا۔ اور لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بچے اس مدرسہ سے ہٹا لیں۔ مگر وہ باوجود پوری کوشش کے مدرسہ کو بند نہ کر سکے۔ اور اب بھی مدرسہ پہلے سے اچھی حالت میں چل رہا ہے۔ احراری جب کوششوں میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے اب ماسٹر صاحب موصوف کے خلاف یہ فتنہ پھیلانا شروع کر دیا۔ یہی حقیقت اس تبلیغی الزام کی ہے۔ ورنہ ہر عقلمند آدمی جان سکتا ہے کہ ۵ سال سے لیکر ۹ سال تک کے بچوں میں تبلیغ کرنے کے کیا معنے ہیں۔ ماسٹر اللہ داد صاحب ایک ہوشیار۔ محنتی۔ اور قابل استاد ہیں۔ جن کی محنت سے یہ مدرسہ چل رہا ہے۔ ورنہ ایک عرصہ سے یہ مدرسہ بند ہو چکا ہوتا۔ کاش خدا احرار کی آنکھیں کھولے اور سچ کا اعتراف کرنا سیکھیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۱ کا مضمون)

لطف وکرم اور اخلاق فاضلہ پر غور کرو کہ آپ ایک مخلص خادم کو معمولی کاروبار تجارت میں بھی دین ہی کو مقدم رکھنے کا سہل ترین گر تسلیم فرماتے ہیں۔ اور پوری سیر چشمی سے اسکی خواہش خدمت کو خرید کر پورا کر دیتے ہیں۔ اور اپنے عمل سے جماعت میں آپ نے یہ روح پیدا کرنی ہے۔ چاہیئے کہ

جو تجارتی اشیاء اپنے دوستوں اور بھائیوں سے مل سکیں۔ وہ وہاں سے ہی خریدنی چاہئیں۔

اور تاجروں کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ اس تجارت میں مخلوق کی نفع رسانی کا خیال رکھیں

مقصد نیک ہو

اور دنیا کی لالچی طبیعت کا اس میں دخل نہ ہو غرض شیخ صاحب کی دودھ کی دوکان جاری ہو گئی۔ دوکان نے شیخ صاحب کی توجہ کو دینی مشاغل سے نہیں روکا۔ باقاعدہ نمازوں شریک ہوتے۔ اور حضرت اقدس کی مجلس سے اس لئے کبھی اٹھ کر نہ آئے کہ دوکان کا نقصان ہوگا۔ اور نہ حضور کی سیر میں شریک ہونے سے کبھی رکے۔ وہ دوکان آپ کو ان مشاغل دینیہ سے کبھی نہ روک سکی۔

خریداران الحکم نوٹ کر لیں

الحکم کے خریداروں کے نام سوا سو روپیہ بقایا ہے۔ جس کے وی پی سال کے گیارہویں مہینہ میں کئے جا رہے ہیں۔ مجھے احباب سے امید ہے۔ کہ سال بھر اخبار لینے کے بعد اب قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہونگے۔ اسلئے ہر وہ دوست جس نے قیمت ادا نہیں کی وہ نوٹ کر لیں کہ وی پی آ رہے ہیں۔

(مینیجر)

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی طابع وناشر چھپکر الحکم آفس واقع نواب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا

وصایا

نمبر ۳۳۴۷ - منکہ دیانت خاں ولد ماں خاں قوم افغان پیشہ ملازمت عمر ۵۰ سال بیعت سنہ ۹۷ء ساکن حال قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج مورخہ ۱۲/۱/۳۵ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائداد نہیں۔ ماہوار آمد مبلغ ۲۸ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہواری آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اور میری وفات کے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد۔ دیانت خاں محرر بیت المال ۱۲/۱/۳۵
گواہ شد۔ خواجہ معین الدین محرر بیت المال
گواہ شد۔ مدد خاں قادیان

نمبر ۴۳۷۸ - منکہ یحيٰ الدین ولد قاضی سعد الدین قوم قریشی پیشہ ملازمت عمر ۶۲ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۱۳ء ساکن میانجی خیل ڈاک خانہ ٹہل تحصیل بانڈہ داؤد شاہ ضلع کوہاٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج مورخہ ۱۸/۴/۳۵ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔

۵۰ ایکڑ اراضی زمین مع مکان خام جنکی کل قیمت مبلغ ایک ہزار روپیہ ہے۔ لیکن میرا گزارہ صرف اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اسوقت مبلغ ۱۸ روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔

اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کردیا جائیگا۔

العبد۔ یحيٰ الدین بقلم خود ۱۸/۴/۳۵
گواہ شد۔ چراغ الدین مولوی فاضل حال وارد کوہاٹ
گواہ شد۔ محمد حسین پسر مولوی یحيٰ الدین ساکن میانجی خیل

نمبر ۴۴۰۲ - منکہ غلام فاطمہ زوجہ محمد اسحاق قوم ورک پیشہ خانہ داری عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج مورخہ ۱۲/۷/۳۵ کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائداد اس وقت صرف ۴ کنال ۱/۲ ۲ مرلے اراضی ہے۔ جو میں نے مبلغ ۱۳۵۰ روپیہ پر لی تھی یہ زمین محلہ دار البرکات متصل سٹیشن ہے۔ میں اس کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں اور اس کے علاوہ اور کوئی جائداد میرے مرنے کے بعد میری پائی جاوے تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں اپنا حق مہر وصول کرچکی ہوں جو اسپر لگایا گیا ہے۔ میرا حق مہر ۵۰۰ روپے تھا۔

(نوٹ)۔ دراصل زمین ساڑھے چار کنال ہے چونکہ اس کا رستہ کوئی نہیں ہے۔ اور ارد گرد سب زمین حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی ہیں۔ اور وہ رستہ کا حق بارہواں حصہ لیتے ہیں اسلئے بارہواں حصہ اس زمین سے منہا کرکے اصل زمین ساڑھے بیاسی مرلے رکھدی ہے۔

العبد۔ غلام فاطمہ بقلم خود ۱۲/۷/۳۵
گواہ شد۔ محمد اسمٰعیل سیالکوٹی محلہ دار الفضل قادیان
گواہ شد۔ محمد اسحاق پروپرائٹر سیالکوٹ ہاؤس قادیان

محکمہ ریلوے کے اکاؤنٹ آفس میں

کلرکوں کی ضرورت

۱۹، ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء کو ریلوے اکاؤنٹ آفس کے کلرکوں کی بھرتی کا امتحان مقابلہ قرار پایا ہے۔

دس اسامیاں خالی ہیں۔ جن میں سے کم از کم چھ مسلمانوں اور ایک دوسری میناریٹی اقوام کے لئے مخصوص ہیں۔

امتحان ذیل کے مضامین میں ہوگا۔

(۱) خوشخطی اور کمپوزیشن۔

(۲) حساب (۳) واقعات موجودہ کا علم یعنی جنرل نالج۔ واقعات حاضرہ۔ تواریخ۔ اور عام حالات جنکا ایک تعلیم یافتہ نوجوان کو جاننا ضروری ہے۔ ان کے بارہ میں سوالات کئے جائینگے۔

مفصل قواعد اور درخواست کا فارم چیف اکاؤنٹ افسر نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور سے مفت مل سکتے ہیں۔ امتحان میں داخل ہونے والے طالب علم سے پانچ روپیہ فیس داخلہ امتحان لی جاویگی تمام درخواستیں ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء سے پہلے پہلے پہنچ جانی ضروری ہیں۔ خاکسار

خانصاحب محمد منظور الٰہی
آنریری جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

THE STAR HOSIER WORKS LTD QADIAN

قومی تجارت کو فروغ
دینے کے لئے
دی سٹار ہوزری ورکس کے حصص خرید فرمائیں۔ قیمت فی حصہ دس روپے ہے
جو مندرجہ ذیل طریق پر قابل ادا ہیں

درخواست کے ہمراہ	دو روپے فی حصہ
تخصیص حصص	تین روپے "
مطالبہ اوّل	دو روپے آٹھ آنے "
مطالبہ ثانی	" " "

ان سب مطالبوں کے
کم از کم تین ماہ کا
وقفہ ہوگا

مزید معلومات کے لئے دفتر سے خط وکتابت فرمائیں

جنرل منیجر دی سٹار ہوزری ورکس لمیٹڈ قادیان